Syed Shamsul Islam

خصوصی شمارہ

المناظرہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا عبد الرحیم بستوی استاذ تفسیر و سرپرست شعبہ مناظرہ دار العلوم دیوبند

شائع کردہ:

انجمن تقویۃ الاسلام شعبہ مناظرہ دار العلوم دیوبند

کتبہ:- ضیاء الرحمن بانکوی متعلم دار العلوم دیوبند

310

خصوصی شمارہ

المناظرہ

(زیر سرپرستی)

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ

استاذ تفسیر وسرپرست شعبۂ مناظرہ طلبہ دارالعلوم دیوبند

زیر اہتمام

محمد ادریس ہزاروی باغوی

ناظم شعبۂ مناظرہ طلبہ دارالعلوم دیوبند

معاونین

محمد سلیم الدین بانکوی　　مشیر احمد دیناجپوری　　عبدالمجید کرناٹکی

شائع کردہ

انجمن تقویۃ الاسلام شعبہ مناظرہ طلبہ دارالعلوم دیوبند

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	اسماء	صفحہ نمبر
۱	دعا	حضرت مفتی محمد یوسف صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند	۳
۲	تاثرات اکابر		۴
۳	ترانۂ شعبۂ مناظرہ	ولی اللہ بستوی، ابرار احمد غازی آبادی	۱۳، ۶۴
۴	پیش لفظ	محمد ادریس ہزاریباغوی ناظم شعبہ مناظرہ	۱۶
۵	شعبۂ مناظرہ ایک نظر میں	" " " "	۲۱
۶	مسئلہ نور و بشر	صبیح اختر کشن گنجی	۲۵
۷	حاضر و ناظر	وصی احمد دھنبادی	۳۴
۸	مروجہ میلاد	توقیر عالم پورلوی	۴۲
۹	عصمت انبیاء عقل و نقل کی روشنی میں	عبدالمجید کرناٹکی	۴۷
۱۰	کیا صحابہ کرام معیار حق نہیں ہیں؟	مہر علی دھنبادی	۵۴
۱۱	ایک مجلس میں تین طلاقوں کا شرعی حکم	محمد اعظم بستوی	۵۹
۱۲	تراویح بیس رکعت یا آٹھ	محمد دلاور حسین بنگلہ دیشی	۷۳
۱۳	تقلید کا ثبوت	مسلم انور بانکوی	۷۸
۱۴	قادیانیت پر ایک نظر	محمد ادریس ہزاریباغوی	۸۹
۱۵	انوکھی معلومات	پیش کش۔ سلیم الدین بانکوی	۹۶
۱۶	اسلامی تعدد ازدواج پر اعتراض کیوں؟	ضیاء الحق ضیاء مدھوبنی	۱۰۰
۱۷	حجیت حدیث	بدر الہدیٰ دربھنگوی	۱۰۹

دُعاء

میرے سینے کو تو گنجینۂ عرفاں کر دے
اور میرے لیے ہر کام کو آساں کر دے
کھول دے میری زباں سے تو گرہ کو یارب!
تاکہ سمجھیں مری باتوں کو یہ احساں کر دے

حضرت ثاقب نعمانی رح

مُناجات بدرگاہ مجیبُ الدّعوات

از مولانا محمد یوسُف صاحب التاؤلوی استاذ دار العلوم دیوبند

زسر تا گنہگارم توئی غفار ..... یا اللہ
بروز و شب گنہ کردم توئی ستار یا اللہ ۔

گدایت بر درت آمد ز تو غفران می طلبد
گناہش بخش ایماں را سلامت دار یا اللہ

بوقت جانکنی رحمت رفیقِ جانِ من باشد
بوقت مرگ چوں گردد مُرادشوار یا اللہ

بکن ایں خاطیٔ عاصی کہ می نالد بصد زاری
بجاہ حبِّ احمدؐ تا ابد سرشار یا اللہ

نحیف و ناتواں ہستم دگر دلبے چنیں حائل
ز مکرِ نفس و شیطان کن مُرا ہشیار یا اللہ

شنیدم روزِ محشر روز بیتابی و جاں سوزی
تہیدم گنہگارم و بدکردار ..... یا اللہ

چوں مخدوم لساں سازی بکثرتِ نوعِ انساں را
رسانم تو مرا تو روضہ چوں رہوار یا اللہ

چوں محسوم زاحبابم زآنم رد بدلوائے
زایشانے حفاظت کن وکن غمخوار یا اللہ

دل یوسف تمنا سوز پنہانی ہمی دارد
منور کن مُرا از لمعۂ انوار ..... یا اللہ

شعبۂ مناظرہ
اساتذۂ کرام کی نظر میں

حضرت مولانا قمرالدین صاحب مدظلہ العالی بانی شعبۂ مناظرہ وناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اما بعد،

طلبہ دارالعلوم دیوبند کی انجمن تقویۃ الاسلام شعبہ مناظرہ عرصہ دراز سے قائم ہے۔ احقر کو اس شعبہ سے دیرینہ تعلق ہے اور اس کا خادم بھی رہ چکا ہے۔ اب گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے اس انجمن کے ہر اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتا ہے مگر اس سے تعلق اور محبت باقی ہے۔

یہ انجمن زمانہ ماضی میں اسی لئے قائم ہوئی تھی کہ علماء دیوبند کے مسلک حق کو طلبہ سمجھ سکیں اور فرق ضالہ کے اعتراضات کا مسکت جواب دے سکیں۔ مدارس سے فراغت کے بعد ان امور سے سابقہ ہر فاضل دیوبند کو پیش آتا ہے۔ بحمداللہ انجمن کے قیام کے وقت سے بہت سے فضلائے دارالعلوم نے اس انجمن سے بھرپور استفادہ کیا اور اپنے اپنے علاقوں میں مسلک کا اثبات اور اس کی جانب سے دفاع کر رہے ہیں۔ بڑی مسرت کی بات ہے کہ اہل انجمن خصوصی شمارہ شعبۂ مناظرہ کا نکال رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی نصرت فرمائے اور اکابر دارالعلوم دیوبند کے مسلک کی اشاعت کی انھیں بھرپور توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

(مولانا) قمرالدین

خادم مدرس دارالعلوم دیوبند

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

حامی ختم نبوت قاطع قادیانیت حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب مدظلہ

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

انجمن تقویۃ الاسلام طلبہ دارالعلوم کی ایک وقیع انجمن ہے جس کے اغراض و مقاصد میں دین اسلام اور اسکی تعلیمات کے خلاف ہر قسم کے باطل ادیان وافکار ونظریات کی علمی انداز میں مکمل تردید کر کے ان کا قلع قمع کرنا شامل ہے اس مقصد کے حصول کیلئے اس انجمن کے پروگرام کے تحت طلبہ عزیز مختلف موضوعات پر ہر سال مناظرہ کی شعبہ مجالس منعقد کر کے اساتذہ کرام کے سامنے اپنی مشق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں، اسطرح طلبہ عزیز حدیث شریف میں ذکر فرمودہ جماعت حقہ کے زمرہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ جن کا مشن یہ ہے ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔

اس طرح بفضلہ تعالیٰ ہر سال طلبہ عزیز کی ایک معتد بہ تعداد باطل کی سرکوبی کیلئے علمی ہتھیاروں سے لیس ہو رہی ہے جو اپنے اپنے علاقوں میں جاکر حسب ضرورت بدعات وخرافات اور ارتدادی نظریات کے مہلک اثرات سے عام مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور دین اسلام کو اس کی صحیح شکل وصورت میں پیش کر کے اس کی حفاظت کا فریضہ انجام دیتے ہیں جو اہل علم کے ذریعہ ممکن ہے۔ دین اسلام کی محض بنیادی تعلیمات سے واقفیت کے ذریعہ اشاعت دین کی خدمت کی جاسکتی ہے۔ مگر حفاظت دین کے لئے علوم اسلامیہ میں مہارت کی ضرورت ہے۔

لھذا انجمن تقویۃ الاسلام کے پروگراموں میں حصہ لینے والے طلبہ سے خصوصاً یہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ ہمیشہ اس امر کو ملحوظ رکھیں گے کہ ان کی ذمہ داری صرف اشاعت دین نہیں۔ بلکہ ان کی اہم ترین ذمہ داری حفاظت دین ہے جو ایک سخت مشکل کام ہے اور اس میدان

کے رجال کار بھی کم پائے جاتے ہیں اس لئے دارالعلوم سے جانے کے بعد ان کو اپنا مشن عام کرنا ہوگا۔ جس ادارہ میں بھی ان کو دینی خدمات کی توفیق میسّر ہو وہاں احقاق حق وابطال باطل کی فضا بنانے کی بھرپور کوشش کریں۔

دلی دعا ہے کہ انجمن ہذا کے مُفید پروگرام تسلسل کے ساتھ نہ صرف جاری رہیں بلکہ ترقی کی منزلیں طے کرتے رہیں۔

(مولانا) محمد عثمان عفی عنہٗ

۲۰ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ

حضرت مولانا شاہد حسن قاسمی صاحب مدظلہ العالی

اُستاذ شعبہ عربی دارالعلوم دیوبند

انجمن تقویۃ الاسلام شعبۂ مناظرہ طلبہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس مناظرہ میں حکم ہونے کی حیثیت سے شرکت کا بارہا موقعہ ملا۔

ماشاء اللہ طلبہ کی محنت قابل ستائش ہے اگر انجمن کے شرکاء اساتذہ کرام کے زیر سایہ اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنیکے لئے اسی طرح عملی مشق کرتے رہیں تو امید ہے کہ چند سالوں میں اسلام کے بہترین مناظرین کرا بھریں گے

اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کا پاسبان اور توحید وسنت کا علم بردار بنائیں آمین۔

(حضرت مولانا) شاہد حسن قاسمی۔

۲۰ جمادی الاول ۱۴۱۶ھ

رئیس القلم حضرت مولانا ریاست علی صاحب مدظلہ العالی

استاد حدیث دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند میں فرق باطلہ کے غلط نظریات کی تردید کی مشق وتمرین کیلئے طلبہ کی انجمن "تقویۃ الاسلام" کے نام سے قائم ہے، جس کے زیر انتظام اور اساتذہ کرام کی زیر نگرانی طلبہ ہر ہفتہ مختلف موضوعات پر مجلس مناظرہ منعقد کرتے ہیں اور الحمدللہ کہ اس انجمن کے ذریعہ طلبہ کو بہت فائدہ پہونچ رہا ہے۔

سال رواں میں اس انجمن کے طلبہ ایک یادگار مجلہ "المناظرہ" کے نام سے شائع کررہے ہیں جس کے مضامین پر متعدد اساتذہ کرام نے نظر ڈالی ہے اور امید ہے کہ شمارہ طلبہ عزیز کی محنتوں کا بہتر ترجمان ہوگا۔

دعا ہے کہ پروردگار عالم اپنے فضل وکرم سے طلبہ عزیز کی محنتوں کو بارآور فرمائے اور مستقبل میں ان کی صلاحیتوں کو دین مبین کی خدمت کے لئے وقف فرمادے۔ آمین۔

(مولانا) ریاست علی غفرلہٗ

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

۱۵ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

انجمن تقویۃ الاسلام (شعبۂ مناظرہ) دارالعلوم دیوبند کی ایک اہم انجمن ہے، اس انجمن کے تحت جہاں طلبائے عزیز مختلف موضوعات پر مجالس مناظرہ منعقد کرتے ہیں وہاں ہر ماہ دیواری پرچے بھی شائع کرتے ہیں۔

امسال شرکاء انجمن نے ایک قدم آگے بڑھایا ہے اور اپنے بعض مضامین کو مطبوعہ شکل پر پیش کرنیکی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائیں اور تمام شرکاء انجمن کو بہترین مناظر اسلام بنائیں۔ آمین۔

(حضرت مولانا) محمد امین پالن پوری

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ

امام المنطق والفلسفہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب

استاذ دارالعلوم دیوبند وسرپرست شعبہ مناظرہ

حامداً ومصلیاً

دارالعلوم دیوبند علم ومعرفت کی شمع فروزاں ہے، عقائد فاسدہ، رسوم وبدعات اور الحاد وزندقیت کی ظلمتیں اس سے چھٹتی ہیں، اس ادارہ نے ماضی میں بھی فرق باطلہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور ہر موڑ پر کامیابی حاصل کی ہے نیز ہر دور میں صراط مستقیم اور راہ حق کی رہنمائی کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کو قعر ضلالت میں گرنے سے بچایا ہے۔

دارالعلوم اور اسکے ہم مشرب تمام مدارس کے فضلاء تا حال یہ فریضہ ادا کر رہے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی ان کی یہ پیش قدمی جاری رہے گی، احقاق حق اور ابطال باطل اس ادارہ کا امتیازی وصف ہے۔

طلبۂ دارالعلوم کا یہ شعبہ مناظرہ ہر میدان میں اتر کر باطل کو دعوت مبارزت دینے کے لئے رجال تیار کرتا ہے اور بحمد اللہ اپنے مقصد میں کامیاب ہے، پچھلے چند سالوں میں یہ شعبہ ملت کو ایسے رجال فراہم کر چکا ہے جو ضرورت پڑنے پر آگے بڑھیں اور باطل کی کلائی موڑ دیں مخدوم العلماء حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کا دست کرم اس شعبہ کو قوت وتوانائی عطا کرتا ہے اور ان ہی کی توجہ فرمائی سے شعبہ راہ ترقی پر گامزن ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بقاء اور دوام عطا کرے، آمین۔

(حضرت مولانا) عبدالرحیم (صاحب) بستوی

سرپرست شعبہ مناظرہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ

شعبۂ مناظرہ اراکین مجلس شوریٰ کی نظر میں

جامع المعقول والمنقول حضرت مفتی منظور احمد صاحب مظاہری شیخ الحدیث مدرسہ جامع العلوم وقاضی شہر کانپور

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد

آج مورخہ ۱۶ صفر ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۹۵ء بعد نماز جمعہ دارالعلوم دیوبند کی انجمن تقویۃ الاسلام جو دراصل طلبہ کی مشق مناظرہ انجمن ہے اس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، "حیات مسیح" کے موضوع پر جانبین میں باقاعدہ دو گھنٹے تک بحث ہوئی، اور اصول مناظرہ کے مطابق سوال وجواب کا سلسلہ جاری رہا۔ اس دور انحطاط میں فن مناظرہ جو کہ مخالفین کی جواب دہی اور ان کے دلائل کا رد کرنے کیلئے اہم اور ضروری ہے۔ اس کا ذوق طبقہ علماء میں کم ہوتا جارہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ جہاں دارالعلوم کی برکت سے دین کے بہت سے شعبے زندہ ہیں وہیں فرق باطلہ کے رد کیلئے اس فن پر بھی خاص توجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان طلباء عزیز کو عالم باعمل اور دین کا سچا خادم بنائے، اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

فقط۔ (مولانا) منظور احمد المظاہری

رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند

(مولانا) احقر محمد اسماعیل غفرلہٗ (کنگی)، (مولانا) اسمٰعیل احمد گجراتی

مناظرِ اسلام حضرت مولانا طاہر حسین صاحب گیاوی مدظلہ العالی

آج مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو دارالعلوم دیوبند کے احاطہ مولسری میں انجمن تقویۃ الاسلام شعبۂ مناظرہ کے طلبہ نے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ العالی استاذ دارالعلوم کی صدارت میں حضرت مولانا سید محمد اسماعیل صاحب امیر شریعت اڑیسہ دامت برکاتہم حضرت مولنا ظل الرحمٰن صاحب دام ظلہ و دیگر علماء کے ہمراہ اس پروگرام میں یہ خاکسار بھی شرف سعادت سے نوازا گیا، مختصر سے وقت میں طلبہ کی دل چسپی، ان کی سرگرمی اساتذہ اور بزرگوں کی شفقت و ہمت افزائی کا اندازہ ہوا، اللہ پاک ان حضرات کو مزید علم و عمل کی ترقی کا ذریعہ اور اپنے موقف و مسلک کیلئے پاسبان بنائے، اللھم زد فزد۔ آمین۔

(مولانا) سید طاہر حسین گیاوی۔

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور اعظم گڈھ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ امّا بعدُ ،

آج بتاریخ ۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بروز جمعہ انجمن تقویۃ الاسلام دار العلوم دیوبند کی مجلس مناظرہ میں شرکت کی سعادت ملی ۔ موضوع مناظرہ "تقلید شخصی کی شرعی حیثیت" تھا ماشاء اللہ طلبا نے اس موضوع پر کافی محنت کی تھی ان کی کدو کاوش سے اندازہ ہوا کہ ان طلبہ کو اہل باطل کے مقابلہ میں بے تکلف پیش کیا جاسکتا ہے ۔

دار العلوم دیوبند کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے علم اور دین کے میدان میں ہر طرح اور ہر ضرورت کے رجال کار پیدا کئے ہیں ۔ الحمد للہ کہ وہ خصوصیت اب بھی باقی ہے ۔

اللہ تعالیٰ ان طالبان علوم نبوت کو حقیقی معنی میں وارث علوم نبوت بنانے اور دار العلوم دیوبند کو ہمیشہ پھولتا پھلتا رکھے ۔ اور ہر قسم کے ہر شر و رو فتن سے محفوظ رکھے ۔

والسلام ۔ (مولانا) اعجاز احمد اعظمی

مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور اعظم گڈھ

ترانۂ شعبۂ مناظرہ

نتیجۂ فکر
ولی اللہ بستوی

انجمن تقویۃ الاسلام شعبہ مناظرہ دار العلوم دیوبند

یہ فکر و نظر کا گہوارہ اسلام کا ایک مینارہ ہے
یہ منبع علم و حکمت ہے تاریخ کا وہ مہ پارہ ہے

کلیوں کی چٹک بن جاتی ہے باطل کیلئے شمشیر یہاں
جو خواب حسیں دل میں تھے نہاں ان خوابوں کی تعبیر یہاں

ہم ناشر دیں یزداں ہیں ہم عاشق فخر رسولاں ہیں
ہم حامل لوح قرآں ہیں پروانۂ شمع فاراں ہیں

معمور یہ عالم ہے جس سے اسلام کی وہ آواز ہیں ہم
توحید کے نغمے جو گائیں گلشن میں وہ بلبل ناز ہیں ہم

اس صوت بلالی نے دنیا میں باطل کو للکارا ہے
کہرام ہے جس سے عالم میں یہ دین کا وہ نقارہ ہے

یہ فکر ولی اللہی کے انوار کا عمدہ مظہر... ہے
جو سینہ باطل چاک کرے یہ حق کا ایسا خنجر ہے

پروردۂ فکر غزالی ہم وارث چشم رازی ہیں ..
اور کلمہ حق ہے وردِ زباں ہم دین مبیں کے غازی ہیں

سیلاب کی رو میں بہتا ہے فیضان قمر الدین یہاں
اس باغ رحیمی کا ہر گل ہے مثل شمع دین یہاں

اس بزم چمن کے غنچوں میں انوار سے تابانی
اس مرکز دین میں ہر لمحہ ہے فضل خدا کی ارزانی

اساس بزم جنوں کے دیوانوں نے دین کی جلائی قندیلیں
اس مطلع نور رحماں سے اسلام کی روشن ہیں شمعیں

ہیں شمع ہدیٰ کے سائے میں مدہوش ہزاروں پروانے
یہ علم و ہنر کا میخانہ لبریز یہاں ہیں پیمانے

مودودی ہرزا شیعہ رضا ہم لیکر آئے سب کی قضا
تنویر حرم سے پھیلی ہے دنیا میں ہر سو ضیا

دریائے ضلالت کی لوگو! ہر موج یہاں رک جاتی ہے
اس بام صداقت کے آگے باطل کی جبیں جھک جاتی ہے

ہونٹوں پہ ولی کے یہ ہے دعا قائم یہ رہے تا روز جزا
انوار کی بارش سے ہر دم شاداب رہے یہ باغ ہدیٰ

یوں صفحۂ عالم پر روشن اسلام کا یہ مینارہ ہے
گھنگھور گھٹائے وحشت میں یہ بدر مبیں ضو بار رہے

ترانہ

از شحۂ قلم :۔ ابرار احمد، موضع جہانگیر پور
پوسٹ فرید نگر، ضلع غازی باد، یو۔پی
شریک دورۂ حدیث شریف

انجمن تقویۃ الاسلام مجلس مناظرہ دارالعلوم دیوبند

یہ فکر و نظر کا سرچشمہ ، ارباب خرد کو پیارا ہے
یہ فارق حق و باطل ہے اسلاف کی آنکھ کا تارا ہے

سینچا ہے اکابر نے دل سے اس گلشن علم و عرفاں کو
افرنگ سے ٹکر لے کر سینوں میں بسا یا قرآں کو

خوں دے کر ہم نے سینچا ہے اس فکر و نظر کے گلشن کو
سرحد سے نکالا ہے ہم نے اس ملک و وطن کے دشمن کو

کلیوں کی چٹک پھولوں کی مہک ، دشمن کے لئے تلوار بھی ہیں
اخلاق و مروّت کے پیکر ہم دیں کے سپہ سالار بھی ہیں

امت کے تہتر فرقوں میں گمراہ بہتر فرقے ہیں
یہ قول ہے شاہِ بطحا کا، جو قول میں بالکل سچے ہیں۔

ہم ماحیٔ جہل و ضلالت ہیں، ہم حاملِ رشد و ہدایت ہیں
ہم سرورِ دیں کے شیدائی، ہم پیکرِ حق و صداقت ہیں

ہم قائلِ ختمِ نبوت ہیں، ہم پرتوِ شمعِ رسالت ہیں
ہم قاطعِ شرک و بدعت ہیں ہم ناشرِ دینِ شریعت ہیں

مودود، رضا، مرزا، شیعہ، پھیلا یا ہر اک نے شر و فتن
جب حق کے مقابل آتے ہیں، پاتے ہیں جوابِ دنداں شکن

عیسائی، یہود و کافر کے ہر ظلم و ستم کو توڑیں گے
اصحابِ ظواہر، اہلحدیث، کا حق سے رشتہ جوڑیں گے

او دشمنِ دینِ محمد سُن، ہم قاطعِ شجرِ ضلالت ہیں
دفنا کے رہیں گے باطل کو، ہم حاملِ پرچمِ وحدت ہیں

ہر فرقۂ باطل کو ہم نے سو بار یہاں للکارا ہے
چلتا ہو جو باطل کے سر پر، وہ پاس ہمارے آرا ہے

باطل کے فدائی دیوانے، یہ عقل و خرد سے بیگانے
یہ دنیا کے دوں کے متوالے اٹھے ہیں شر کو پھیلانے

اقرأ و حدثنا کی صدا گونجی ہے یہاں دیواروں سے
قرآن کے جلووں کی ہر سُو پھیلی ہے ضیا مینا روں سے

ہم دشمنِ دینِ محمد کو دنیا سے مٹا کر دم لیں گے
ہر گام پہ شمعِ ہدایت کو، عالم میں جلا کر دم لیں گے

شیطان کا جادو توڑ دیا، ہر باطل کا رخ موڑ دیا
گم کردۂ منزل کا ہم نے اللہ سے رشتہ جوڑ دیا

مرغوب ہیں مشفق، باقی قمر، اور عبد رحیم اسکے نگراں
اور سب کی شفقت ہے ہم پر، مجلس کے مشیرِ خاص عثماں

اس شعبۂ علم و دانش کے ادریس ہیں ناظم شیریں زباں
اسرائیل واعظم کی خدمت شعبہ میں ہے صادق عیاں

عارف و سلیم و مسلم کی کاوش بھی نکھر کر آئی ہے
ہر خادمِ شعبہ کی محنت اے مہر عمل رنگ لائی ہے

ابرارِ دعا گو ہے حق سے، تا حشر ہو اس کی تابانی
اس مرکز کے ہر خادم پر، ہو سایۂ فضلِ ربانی

پیش لفظ

محمد ادریس سرہاریانوی
ناظم شعبۂ مناظرہ

دارالعلوم دیوبند نے ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی عالمگیر سطح پر جو خدمات انجام دی ہیں وہ محتاج تعارف نہیں، احیائے سنت و تجدید دین کی کامیاب تحریک ہو یا مسلمانوں کی علمی یا عملی ضروریات کی تکمیل کا مسئلہ، معرفت و یقین کے اتھاہ سمندر سے تزکیہ و تطہیر کے سیپ نکال کر خلوص و للہیت اور صداقت شعاری کے موتی گھر گھر پہونچانا دارالعلوم دیوبند ہی کی حسین روایات کا حصہ ہے جہالت و گمراہی کی ... تاریکیوں کو نور علم اور معرفت حق کی موثر روشنی پہونچانا باطل نظریات کی پُر زور تردید کے لئے افراد سازی کرنا گمراہ فرقوں کی بنیادی غلطیوں کو واضح کرنا اور ان سے متاثر اقوام کو صحیح راستہ دکھانا دارالعلوم کے بنیادی مقاصد میں شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند ستودہ صفات اسلاف کی امانتوں اور ان کے حسین خوابوں کی خوشگوار تعبیر ہے، یہ ایک ایسا مردم ساز ادارہ ہے جہاں دینی اور ملی خدمات کے لئے رجال کار تیار کئے جاتے ہیں۔ اگر یہ علم و فن کا گہوارہ ہے تو معرفت اور خود شناسی کا گلدستہ بھی ہے۔ یہاں آپ کو حدیث، تفسیر، فقہ، کلام، اور ادب کا خزانہ بھی ملے گا۔ اور تقریر و تحریر کی شمشیر بھی ملے گی اس ادارہ نے اپنی ایک تاریخ بنائی ہے۔ اس کا ماضی شاندار تھا، حال بھی تابناک ہے اور انشاء اللہ مستقبل بھی روشن رہے گا۔ احقاق حق، ابطال باطل اور اشاعت دین میں اس کے فضلاء نے مثالی کردار ادا کیا ہے۔ عیسائیت، قادیانیت، رضاخانیت اور دیگر فرق باطلہ کی سرکوبی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ بلکہ اس میدان میں اتر کر ہر طرح کی صعوبتیں اٹھائیں۔

الحمدللہ آج بھی دارالعلوم دیوبند کی یہ قدیم روایت جاری ہے، اس سرچشمہ علوم وتربیت سے پل کر نکلنے والا ہر شخص اپنی جگہ ایک درخشاں آفتاب و ماہتاب ہے۔ اگر ایک طرف وہ اپنی قلمی سحر طرازیوں سے عوام کی ظاہری و باطنی اصلاح کرتا ہے تو دوسری طرف اپنے زور بیان اور شعلہ بار خطابت کے ذریعہ ملک و بیرون ملک کفر و ضلالت اور شرک و بدعت کی تاریکیوں میں رشد و ہدایت اور حقیقت و معرفت کی شمع کا فوری روشن کر رہا ہے۔

چنانچہ اسی اہم کام کو فروغ دینے کیلئے آج مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں بہت سی اصلاحی انجمنیں قائم ہیں، جن کے ذریعہ طلبہ اپنی تقریری و تحریری صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ اور سرچشمہ علوم وتربیت سے نہ صرف شمالی و جنوب ہند کے تشنہ کاماں علوم سیراب ہوتے ہیں۔ بلکہ ساری دنیا کے شیدائیان علوم مستفید ہو رہے ہیں۔ اور اس مرکز علم وتربیت کے افق پر طلوع ہونے والے ہزاروں ماہ و نجوم اپنی ضیاء علم و عرفان سے عالم کو منور کر رہے ہیں اور ہر چہار جانب کفر و بے دینی کے پھیلے ہوئے زہریلے عناصر کو مٹانیکے لئے زندگی کے ہر موڑ پر رشد و ہدایت کی شمع کو روشن کر رہے ہیں، اور جن کی زندگی ایسے درخشندہ اور تابندہ ستارہ کی طرح ہے۔ جس میں اسلام کے غدو خال نظر آتے ہیں چنانچہ یہاں سے نکلنے والے فیض یافتہ کا علمی فیضان نہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے ابر گہربار ہے بلکہ تمام عالم فیض سے شادابی اور رعنائی حاصل کر رہا ہے۔

الغرض ..... ان انجمنوں کی افادیت مسلم اور روز روشن کی طرح عیاں بیاں ہے۔ انہی انجمنوں میں سے انجمن تقویۃ الاسلام شعبۂ مناظرہ طلبۂ دارالعلوم دیوبند اہمیت کی حامل انجمن ہے اس کا ماضی نہایت تابناک اور اس کی روئیداد بڑی ہمت افزا اور حوصلہ پرور ہے ۱۳۹۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کے مدبر و مفکر ناظم تعلیمات حضرت مولانا علامہ قمرالدین صاحب مدظلہ العالی نے قائم کیا۔ جس کا مقصد صرف اور صرف طلبہ کے اندر قوت استدلال زور بیان اور معتدل موقف اور ذوق مطالعہ کو مستحکم طور پر پروان چڑھانا۔ اور احقاق حق و ابطال باطل کیلئے مضبوط آہنی قلعہ تعمیر کرنا ہے اس شعبہ کو ایسی شخصیت کی سرپرستی حاصل ہے جو دارالعلوم دیوبند کے مشفق کرم

فرما استاذ امام المنطق والفلسفہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ العالی کی ذات ہے حضرت والا کی زیر سرپرستی میں شعبۂ مناظرہ سے منسلک طلبہ استفادہ کر رہے ہیں۔ جہاں ان مصروفیتوں کی سرپرستی حاصل ہے وہیں دارالعلوم دیوبند کے موقر محترم اور معزز مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب عمت فیوضہم کی نگاہ بلند میں بھی یہ شعبہ بہت اہم ہے اس کے فروغ پر آپ کی خاص توجہ ہے حضرت والا نے ہمیشہ شعبہ کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھ کر بھرپور تعاون سے نوازتے رہتے ہیں۔ تو وہیں حامی ختم نبوت وقاطع قادیانیت حضرت الاستاذ مولانا قاری محمد عثمان صاحب مدظلہ العالی کی رائے عالیہ اور مفید مشوروں نے ہمارے مناظرانہ قوت استدلال میں چار چاند لگا دیئے ہیں اور مختلف مواقع پر پروگراموں میں دیگر مشفق اساتذۂ کرام کی شرکت سے استفادہ کے مواقع ملتے رہتے ہیں۔

شعبۂ مناظرہ میں بلاتفریق اضلاع وصوبہ طلبۂ دارالعلوم شریک ہوکر مناظرانہ صلاحیت پیدا کرتے ہیں۔ اس کی آغوش تربیت نے سینکڑوں باذوق طلبہ کو مختلف مکاتب فکر پر تقابلی مطالعہ کراکر اسلام کا نڈر سپاہی بنا دیا ہے۔

انجمن ہذا کے ذریعہ افرادسازی کا سلسلہ جس قدر کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن ہے اس کی ہلکی سی جھلک کا اندازہ شریک بزم ہوکر ہی ہوسکتا ہے۔ ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ مقررہ اصول وضوابط کے تحت پندرہ دن مناظرہ کی تیاری کرکے اساتذہ کی نگرانی میں مشق مناظرہ پیش کرتے ہیں جس میں طلبۂ دارالعلوم دیوبند اپنی راحت وآرام کو ترک کرکے اس پروگرام میں بڑی دلچسپی سے شریک ہوکر فریقین کے دلائل وجوابات سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس طرح سال کے اول دور سے اختتام تک قریب ۲۰ موضوعات پر شرکاء مناظرہ مشق مناظرہ اور اپنے اندر قوت استدلال اور باطل کے لچر دلائل معلوم کرکے اس کے دنداں شکن جواب دینے کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں۔ تین بڑے بڑے پروگرام افتتاحی، ششماہی، اختتامی دارالعلوم کی پرشکوہ عمارت دارالحدیث تحتانی میں پیش کرتے ہیں جس میں دارالعلوم کے کثیر طلبہ اور اساتذہ کرام شریک ہوکر ہونہار مناظرین کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

الغرض ـــــ اس مایۂ ناز مناظرہ میں طلبہ شریک ہو کر اپنے اندر جہاں مناظرانہ صلاحیت پیدا کر کے ہر اٹھنے والے فتنہ کو روکنے اور اس کے تعاقب کی مشق کرتے ہیں۔ خواہ قادیانیت کے لچر اور بودے دلائل ہوں یا رضاخانیت کی غلط تاویلات اور خود ساختہ مذہب کی بات ہو۔ یا غیر مقلد کی ہٹ دھرمی ہو یا مودودی کا ذہنی فتنہ ہو۔

ان فرق باطلہ کے نوک قلم سے نکلنے والے قرآن و حدیث کے خلاف زہریلے اثرات کے سدِ باب کیلئے قلم کے ہتھیار بھی رکھتے ہیں جس کی ایک جھلک شعبۂ مناظرہ کی جانب سے نکلنے والا دیواری پرچہ ماہنامہ "المناظرہ" ہے۔ پابندی کے ساتھ نکل کر شرکاء مناظرہ کی مناظرانہ صلاحیت کی ترجمانی کرتا ہے۔ اسی جذبہ نے آج ہمیں اس بات پر ابھارا کہ اس کو مادر علمی کی دیوار ہی تک محدود نہ رکھ کر خصوصی شمارہ المناظرہ کی شکل میں شائع کر کے عام و خاص تک پہونچایا جائے تاکہ احقاق حق و ابطال باطل کیلئے لوگوں کے ہاتھ میں ایک قیمتی سرمایہ ہو۔ لیکن ظاہر ہے اس گرانی کے دور میں جبکہ کتابت و طباعت کی مہنگائی آسمان چھو رہی ہے۔ ہم غیر مستطیع طلبہ اس خطیر رقم کے صرفہ کی استطاعت کہاں رکھ سکتے ہیں۔

لیکن اس نظریہ کو سامنے رکھ کر کہ اولاد اگر کوئی نیک قدم اٹھانا چاہتی ہے تو اپنے محسن باپ سے تعاون کی امید رکھ کر اٹھاتی ہے، لہذا ہم نے بھی اپنے روحانی باپ اور مخلص و محسن اساتذۂ کرام کی شفقتوں پر امید کر کے اس کام کو تکمیل تک پہونچانے کیلئے عزم کر لیا۔

الحمد للہ اساتذۂ کرام نے بھرپور تعاون کے ذریعہ اور اپنے مفید مشوروں سے اپنی روحانی اولاد سمجھ کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے جسکے ہم تہہ دل سے شکر گذار ہیں۔

الغرض ـــــ جہاں ہم اپنے محسن کرم فرما اساتذۂ کرام کے تعاون کو اس حسین موقعہ پر فراموش نہیں کر سکتے ہیں۔ تو وہیں ہم اپنے احباب لجنہ شرکاء مناظرہ ہیں کو بھی فراموش نہیں کر سکتے ہیں۔ خواہ اپنی تعلیمی مشغولیات کے باوجود اس رسالہ کے شائع کرنے میں قدم بقدم ساتھ رہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ ہر ہر فرد کا نام لے کر اپنے قلم کو جنبش دوں لیکن

چند مخلص احباب کے تذکرہ کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں ۔ جو قابل ذکر احباب یہ ہیں مولوی سلیم الدین بانکوی مولوی اعظم لسبتوی ، یہ دونوں قدم بقدم ساتھ رہکر اس رسالہ کی اشاعت میں ہمارا تعاون کرتے رہے ۔ وہیں ہم ان سابق صدر مفتی اقبال احمد صاحب کانپوری سابق معین مدرس دارالعلوم دیوبند اور سابق ناظم مولانا احمد سعد صاحب صاحبزادہ مولانا ارشاد احمد صاحبؒ مبلغ دارالعلوم دیوبند اور مولوی اظہار الحق دیشالوی کی خدمات کو بھی فراموش نہیں کرسکتے ہیں جو ہمیشہ شعبہ مناظرہ کو ترقی اور عروج پر لانے کیلئے کوششیں کرتے رہے اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اچھا بدلہ عنایت فرمائے آمین ۔

مندرجۂ ذیل اساتذۂ کرام کی نظر ثانی کے بعد "المناظرہ" مناظرِ عام پر لایا گیا

(۱) حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب مدظلہ العالی ناظم کل ہند تحفظ ختم نبوت واستاذ دارالعلوم دیوبند
(۲) حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند ۔
(۳) حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری ۔ استاذ دارالعلوم دیوبند ۔
(۴) حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب " " "
(۵) حضرت مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی " " "
(۶) حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری " " "

محمد ادریس ھزاریباغوی

شعبہ مناظرہ ایک نظر میں

اِسلام ایک ایسا جامع و کامل مذہب ہے جو تمام ادیان کیلئے ناسخ اور سارے جہاں والوں کیلئے سرچشمہ ہدایت ہے ۔ اس لئے ضروری ٹھہرا کہ اسکی اصل صورت اور حقیقی معنویت کو باقی رکھنے کیلئے اس کے بنیادی عقائد کی حفاظت کی جائے اور اس کے مدمقابل کی ضلالت وگمراہی ، شرک وکفر ، عقیدہ تثلیث اور انکار ختم نبوت کی گمراہ کن تحریکوں کا مقابلہ کرکے اسلام کے دفاع کا فریضہ انجام دیا جائے ۔ ان ہی حالات سے نمٹنے ، تقاضائے وقت کو پورا کرنے اور اپنی ذمہ داری کو نبھانے کیلئے انجمن ہذا ۔۔۔ تقویۃ الاسلام شعبۂ مناظرہ کا قیام عمل میں آیا ۔

انجمن تقویۃ الاسلام شعبۂ مناظرہ ایک فعال اور مفید جمعیت ہے جو کئی شعبوں پر مشتمل ہے ان ہی میں سے ہر ایک کا اجمالی تعارف پیش خدمت ہے ۔

شعبۂ مناظرہ

یہ انجمن تقویۃ الاسلام کا سب سے زیادہ باعث فخر اور سرمایۂ ناز اور مفید شعبہ ہے اس کے زیر نگرانی طلبہ دو حصوں میں منقسم ہوکر مناظرہ کے مقرر کردہ اصول وضوابط کے تحت اساتذہ کرام کی زیر نگرانی مناظرہ کی مشق کرتے ہیں ، ان میں ایک گروہ اہل باطل کی ترجمانی کرتے ہوئے باطل عقائد کو سوالات واشکالات کی شکل میں پیش کرتا ہے اور دوسرا گروہ اہل حق کی ترجمانی کرتے ہوئے دلائل وحقائق کی روشنی میں دندان شکن جواب دیتا ہے ۔ اس طرح الجھے ہوئے مسائل

منقح ہو کر سامنے آجاتے ہیں جس سے سامعین اور مناظرین علےٰ وجہ البصیرت حق کو سمجھ جاتے ہیں اور باطل کی سرکوبی کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔

شعبۂ نشر و اشاعت یہ شعبہ بھی انجمن کا ایک اہم اور متحرک شعبہ ہے انجمن کے جملہ پروگراموں کے اعلانات اور دفتر مناظرہ سے شائع ہونے والا ماہنامہ "المناظرہ" کی کتابت کرا کے منظر عام پہ لانا اس کے ذمہ ہے۔

نیز یہ شعبہ وقتاً فوقتاً حالات کے پیش نظر خصوصی مضامین، میگزین کی شکل میں شائع کر کے قیمتی سرمایہ پیش کرتا ہے۔

شعبۂ مالیات اسی شعبہ سے متعلق سال بھر کے جملہ آمد و صرف کی رپورٹ تیار کرنا نیز مالی فراہمی کی ذمہ داری ہے۔

لائبریری انجمن ہذا کی اپنی ذاتی لائبریری ہے جسکی کتابوں سے شرکاء مناظرہ استفادہ کر کے اپنے اندر مناظرانہ صلاحیت پیدا کرتے ہیں۔

مگر ہمیں اس کا شدت سے احساس ہے کہ تمام موضوعات پر ہماری لائبریری میں کتابیں نہ ہونیکی وجہ سے شائقین و مناظرین کو عجیب ابتلاء و آزمائش میں مبتلا ہونا پڑتا ہے جس کی وجہ سے فرق باطلہ کی بھرپور سرکوبی کرنے میں قاصر رہ جاتے ہیں۔

اگر فضلاء دارالعلوم اور خصوصاً وہ فضلاء جو شعبہ سے متعلق رہ چکے ہیں نیز اہل خیر حضرات اس جانب معمولی توجہ بھی کر دیں تو ہماری یہ پریشانی یقیناً دور ہو سکتی ہے اور مناظرین کو علمی تشنگی بجھانے کا اچھا خاصا موقعہ مل سکتا ہے امید کہ آپ مخلصین حضرات ضرور اس طرف توجہ دیں گے۔

سال رواں کی کارکردگی ۱۲ ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۳ اپریل ۱۹۹۵ء شعبۂ مناظرہ کا عظیم الشان افتتاحی پروگرام بعنوان "علم الغیب" منعقد ہوا۔ جس میں صدر کی حیثیت سے رئیس المتکلم حضرت مولانا مفتی ....

محمد یوسف صاحب مدظلہ العالی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند اور حکم متحکم کی حیثیت سے حامی سنت ماحی بدعت حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ العالی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔

اراکین مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کی ورود مسعود پر ایک خصوصی پروگرام بعنوان جمعیات عیسائی۔ بمقام ایشیا کا عظیم درسگاہ دارالحدیث تحتانی میں منعقد ہوا جس میں صدر کی حیثیت سے جامع المعقولات والمنقولات حضرت مولینا مفتی منظور احمد صاحب مظاہری مدظلہ العالی شیخ الحدیث مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور و قاضی شہر کانپور و رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند۔

حکم متحکم کی حیثیت سے شیر کتک مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کتکی مدظلہ العالی رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔

یہ پروگرام بڑی خصوصیت کا حامل رہا کہ اس میں مجلس شوریٰ کے بڑے بڑے معزز مہمانان کرام اور ہندوستان کے مختلف ادارے سے آئے ہوئے مہمانان کرام اور دارالعلوم کے مخلص اساتذہ عظام شرکت فرما کر ہمارے حوصلے کو بلند کئے جس میں قابل ذکر شخصیات یہ ہیں۔ حضرت مولانا بدرالدین صاحب اجمل قاسمی رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب مدظلہ گجرات۔

یہ پروگرام بڑے پروقار اور اطمینان کیساتھ اختتام کو پہونچا جس سے سامعین اور معزز مہمانان عظام نے اچھا اثر لیا۔

تیسرا عظیم الشان ششماہی اجلاس تاریخ ۲۸ صفر ۱۴۱۶ھ دارالحدیث تحتانی میں بعنوان "اسلام اور ہندو دھرم" زیر صدارت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب بلند شہری مفتی دارالعلوم دیوبند اور حکم متحکم بحر العلوم حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب مدظلہ العالی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند منعقد ہوا۔

چوتھا اختتامی اجلاس دارالحدیث تحتانی میں بتاریخ ۷ رجب ۱۴۱۶ھ بروز جمعرات بعد نماز

عشاء بعنوان "تقلید شخصی" منعقد ہوا۔ زیر صدارت حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ العالی سرپرست شعبۂ مناظرہ۔ زیر حکمیت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ العالی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند۔ اور دیگر اساتذہ کرام بھی شرکت فرمائے۔

ان بڑے بڑے پروگراموں کے علاوہ ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ مشق مناظرہ کی مجلس منعقد ہوتی ہے۔

انجمن تقویۃ الاسلام شعبۂ مناظرہ کے مباحث مناظرہ

	رضاخانیت		مودودیت		قادیانیت
۱	حاضر وناظر	۱	معیار حق	۱	سیرت مرزا
۲	علم غیب	۲	عصمت انبیاء	۲	نبوت مرزا
۳	مروجہ میلاد		**حجیت حدیث**	۳	اجرا نبوت
۴	نور وبشر	۱	ہندو دھرم اور اسلام	۴	ختم نبوت
۵	مختار کل	۲	مسیحت اور اسلام	۵	حیات عیسیٰ
۶	عبارات اکابر	۳	سماع موتیٰ		**شیعیت**
۷	وسیلہ بغیر اللہ	۴	حجیت بائبل	۱	تکفیر شیعہ
	متفرقات	۵	حجیت قرآن	۲	تحریف قرآن
۱	اسلام اور حریت نسواں		**غیر مقلدین**	۳	مسئلہ امامت
۲	ضبط ولادت	۱	تقلید شخصی	۴	فضیلت شیخین
		۲	تراویح کی بیس رکعت یا آٹھ؟		
		۳	قرأۃ خلف الامام		

بقیہ صفحہ ۲۶ کا۔

سنتے ہیں تو کھڑے ہو جاتے ہیں ان کی تعظیم کیلئے اور یہ قیام بدعت ہے اسکی کوئی اصل نہیں ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سی خرابیاں اور خرافات میلاد مروجہ کی مجلس اور محفل میں پائی جاتی ہیں جو اہل تجربہ اور اہل بصیرت پر موقوف نہیں اسلئے انہی وجوہات اور خرابیوں کی بناء پر میلاد مروجہ کو اہل السنت والجماعت بدعت قرار دیتے ہیں ورنہ نفس ذکر ولادت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم باعث خیر و برکت اور سعادت و نیک بختی ہے۔

اللھم احفظنا من البدعۃ والضلالۃ وارزقنا اتباع السنن والھدیٰ

والصلوٰۃ علیٰ نبینا المصطفیٰ۔

مسئلہ نور و بشر

صبیح اختر
کشن گنجی

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا کچھ مدت قبل وجود تو کیا تصور بھی نہیں تھا، علمی مسائل و مباحث جس قدر بھی ہیں، حضرات صحابہ و تابعین فقہاء و محدثین اور علماء متکلمین نے تمام پر بحث کی ہے اور خیال آرائی فرمائی ہے۔ اصولی عقائد سے لیکر فروعی اختلافات تک ہر عنوان پر کلام کیا گیا ہے، لیکن آج سے کچھ مدت پیشتر اس "نوری بشری بحث" کا کہیں اختلافی وجود نہیں ملتا۔ اسلئے یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ یہ علمی مسئلہ نہیں ہے، ضدی مسئلہ ہے بلکہ ذرا حقیقت پر اتر کر کہوں گا کہ خود ساختہ عقیدہ ہے کیونکہ بشر اور نور میں کوئی منافات نہیں، کہ ایک ہوگا تو دوسرا نہیں۔ نور کی ضد تو ظلمت ہے اور بشر کی ضد جن ہے چنانچہ اللہ پاک کا ارشاد ہے یخرجھم من الظلمٰت الی النور (سورۃ بقرہ) من الجنۃ والناس (سورۃ ناس) جب نور اور بشر میں تضاد ہی نہیں کہ اجتماع محال ہو۔ تو اسلام کے شمس و قمر، آقا، مجدد بر

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کہ نور ہیں یا بشر ایک لایعنی اور نامعقول سوال ہے صرف یا سے تو سوال وہاں ہوتا ہے جہاں اجتماع محال ہو۔

عقیدہ اہلسنت والجماعت

لہذا ہم اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ آپؐ بیک وقت نور بھی ہیں بشر بھی۔ چنانچہ حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی فرماتے ہیں کہ آپؐ بیک وقت نور بھی ہیں بشر بھی، (اختلاف امت اور صراط مستقیم صـ۳۶) البتہ فرق اتنا ہے کہ خلقت اور ذات (یعنی ما بہ الشیٔ ہُوَ ہُوَ) کے اعتبار سے آپؐ بشر، سید البشر، خیر البشر، مخبر بنی آدم ہیں۔ اور صفت کے اعتبار سے آپؐ نور ہی نہیں، مصدر نور، منبع نور، مینارۂ نور، نورٌ علیٰ نور، اور یہی نہیں بلکہ سراجاً منیرًا ہیں۔

دلائل اہل حق

بیشمار آیات قرآنی واحادیث نبوی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہے چنانچہ اللہ پاک کا ارشاد ہے

(۱) قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی الایۃ (سورۃ کہف پ۱۶)

ترجمہ:۔ آپ کہہ دیجئے میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس وحی آتی ہے (ترجمہ حضرت تھانویؒ بیان القرآن)

(۲) قل انما انا بشر مثلکم (سورۃ حم سجدہ پ۲۴)

آپ کہہ دیجئے میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں۔

(۳) قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا (بنی اسرائیل پ۱۵)

آپ فرما دیجئے کہ میں سبحان اللہ بجز اسکے کہ آدمی ہوں، پیغمبر ہوں اور کیا ہوں (بیان القرآن)

الحاصل ان آیات میں اللہ تعالیٰ ببانگ دُہل اعلان فرمانیکا حکم دے رہے ہیں۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔

احادیث شریفہ:۔ (۱) انما انا بشر مثلکم (بخاری صـ۵۵ ج ۱، مسلم شریف صـ۲۱۳ ج ۱)

ترجمہ:۔ میں تم جیسا بشر ہی ہوں۔

(۲) الا ایھا الناس انما انا بشر الحدیث (مسلم شریف صـ۲۴۱ ج ۲، مسند احمد صـ۳۶۲ ج ۴ واللفظ لہ)

ترجمہ:۔ سنو اے لوگو میں ایک انسان ہی ہوں۔

(۳) حبر الامۃ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا

ان رسول اللہ قد مات وانہ بشر الحدیث ترجمہ :۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما چکے اور وہ ایک انسان تھے۔

(دارمی صـ۳۳ بحوالہ تنقید متین)

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کان بشرا من البشر (شمائل ترمذی) ترجمہ :۔ حضور علیہ السلام انسان میں سے ایک انسان تھے

ان چند آیات کریمہ و احادیث شریفہ اور آثار صحابہ سے کالشمس والقمر واضح ہوگیا کہ آپ بلاشبہ جنس بشر میں سے ہیں۔ اور بھی بیشمار دلائل موجود ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "تنقید متین" "دروس حرم" "بشریت النبی" "اختلاف امت اور صراط مستقیم"

بشریت کو منافی نبوت سمجھنا کفار و مشرکین کا شیوہ ہے۔ چنانچہ قوم نوحؑ نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہوئے کہا

مانراک الا بشرا مثلنا (ہود پ۱۲) ہم تو تمکو اپنا ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں (بیان القرآن)

قوم عاد نے اپنے نبی کی دعوت حق پر ان کی تکذیب کرتے ہوئے کہا۔

ما ھذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون ویشرب مما تشربون ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخاسرون ۝ (سورہ مومنون پ۱۸)

ترجمہ :۔ بس یہ تو تمہاری طرح ایک آدمی ہیں یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم اپنے جیسے ایک آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو تم بیشک گھاٹے میں ہو (بیان القرآن)

قوم ثمود نے اپنے نبی کی تکذیب کرتے ہوئے کہا۔

ما انت الا بشر مثلنا (شعراء پ۱۹) تم تو بس ہماری طرح کے ایک آدمی ہو (بیان القرآن)

فرعون اور ان کے درباریوں نے حضرت موسیٰ و ہارونؑ کی تکذیب کرتے ہوئے کہا۔

أنؤمن لبشرین مثلنا (سورہ مومنون پ۱۸) کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں

کفر کی سنت قدیمہ کے مطابق قریش مکہ نے بھی انسانیت اور بشریت کو ہدف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ اور آپؐ کے خلاف عوام میں پروپیگنڈہ کیا

واسروا النجوٰی الذین ظلموا ھل ھذا الا بشر مثلکم، اور ظالموں نے چھپا کر سرگوشی کی کہ یہ (محمدؐ) تو محض تم جیسے آدمی ہیں۔

الحاصل تمام کافر قوموں نے محض بربنا بشریت حضرات انبیاء و رسلؑ کی نبوت و رسالت کا انکار کیا اور عموماً سب اسی جرم کی پاداش میں مبتلائے عذاب و عقاب ہوئے چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے

الم یاتکم نبؤا الذین کفروا من قبل فذاقوا وبال امرھم ولھم عذاب الیم ذالک بانہ کانت تاتیھم رسلھم بالبینات فقالوا أبشر یھدوننا، کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہونچی جنہوں نے پہلے کفر کیا۔ پھر انھوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور انکے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ اس سبب سے کہ ان کے پاس انکے پیغمبر دلائل واضحہ لیکر آئے تو ان لوگوں نے کہا کہ کیا آدمی ہمکو ہدایت کرینگے؟ (بیان القرآن)

یعنی بشر بھی بھلا اس قابل ہے کہ قیادت و ہدایت کی اہم ذمہ داری کا بارگراں اٹھا سکے۔ آدمی آدمی کو راہِ ہدایت دکھا سکے اس تصور سے وہ ناآشنا تھے اور یہ ان کے نزدیک بہت ہی بعید اور ناقابل ایمان و یقین تھا آج کے حضرات رضاخانی کے یہاں بھی بعینہٖ اسی طرح بشر کا نبی ہونا محال و ناممکن ہے جبکہ خود ان کے بڑوں کے نزدیک بھی حضور علیہ السلام کو بشر ماننا امر ضروری ہے۔ انشاء اللہ آگے مدلل بیان کیا جائیگا۔

دلائل عقلیہ

(۱) بلاشبہ آپ علیہ السلام افضل المخلوقات ہیں، سرور کائنات ہیں۔ اب مخلوقات میں جو نسی مخلوق افضل ہوگی آپ کا شمار بلاشبہ اسی میں ہوگا۔ ورنہ پھر آپ کا مفضول ہونا لازم آئیگا۔ اب دیکھنا ہے کہ نوری مخلوق افضل ہے یا بشری مخلوق، قرآنی تعلیم پر غور کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ افضل و اعلیٰ بلاشبہ بشر ہی ہے چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے

ولقد کرمنا بنی ادم وحملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبٰت وفضلنٰھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا ،
(بنی اسرائیل پ۱۵)

اور بلاشبہ ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور ہم نے انکو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائی اور ہم نے انکو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی ۔ (بیان القرآن)

اس آیت سے واضح ہوگیا کہ بنی آدم مخلوقات الٰہی میں سب سے افضل و اشرف ہیں ۔ خیر الخلائق انسان ہی ہے ۔ بایں وجہ فضیلت وکرامت کا تاج اللہ رب العزت نے اولاد آدم کے سر پر رکھا ہے انی جاعل فی الارض خلیفۃ ، نیز امانت ربانی کا بارگراں انسان ہی نے بڑھ کر اپنے نرم و نازک کندھوں پر اٹھالیا جس کا متحمل نہ ارض و سما ہوسکا اور نہ فلک و جبل ۔

انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان ،
(بنی اسرائیل پ۱۵)

ہم نے اپنی امانت آسمانوں و زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو سب نے اس بار امانت کو اٹھانے سے انکار کردیا اور اسکے تحمل سے ڈر گئے اور انسان نے اسکو اٹھالیا ۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پاسکے
میرا ہی ایک دل ہے جہاں تو سما ..... سکے

ملائکہ اس بارگراں کو اٹھانا چاہتے تھے مگر خدائے علیم و حکیم نے اسکی صلاحیت و اہلیت کا فقدان پایا اور اس امانت عظمیٰ کو ان کے حوالہ نہ فرمایا اور نیابت و خلافت کے لئے سیدنا آدم ؑ اور بنی آدم کو منتخب فرمالیا ۔ الحاصل تمام کمالات انسان میں موجود ہیں انسان ہی افضل الخلائق ہے اب حضور ؐ کو اس جنس افضل سے جنس مفضول میں لے جانا سخت حماقت و بے ادبی کی بات ہے ۔

بشریت ہی آپ ؐ کی رسالت کی تصدیق اور آپ کے معجزات و خرق عادات کی تصدیق کا سبب ہے چونکہ انسان سے جب معجزات و خرق عادات صادر ہوں تو ہی تصدیق

رسالت کا سبب بنتے ہیں ورنہ اگر یہ سب کچھ نوری مخلوق سے صادر ہو یا جن و شیطان سے ظاہر ہو تو کچھ تعجب نہ ہوگا چونکہ خرق عادات فرشتوں اور شیاطین سے ایک مسلمہ اور امر عادی شئی ہے بلکہ معجزہ کی حقیقت ہی انسان سے تعلق قائم کرنیکے ساتھ پیدا ہوا کرتی ہے لہذا بشریت النبی کا انکار کرنا درپردہ رسالت و نبوت کا انکار کرنا ہے۔

اگر آقا و دوجہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہی نور مانو تو نور کا نورانیت سے متصف ہونا کوئی تعریف کی بات نہیں مثلاً فرشتے نورانی مخلوق ہیں اب نورانیت کے ساتھ متصف ہونا ملائکہ کے لئے کوئی فضیلت کی بات نہیں، قابل تعریف تو کثافت بشری سے نکل کر اصلی نورانیت کے بلند مراتب پر ترقی کرتا ہے اور نفسانی کدورتوں سے صاف ہو کر نورانی صفات سے متصف ہونا ہے۔ اب سوچو کہ حضور کو ذاتاً بشر ماننے میں توہین ہے یا نور ماننے میں۔

اتباع ابلیس

بشر کو بنظر حقارت دیکھنا اور مفضول سمجھنا ابلیس لعین کا اتباع ہے چنانچہ جب ابلیس لعین نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو خالق اکبر نے دریافت فرمایا مالك ان لا تكون من السجدين اے ابلیس! تجھے کیا امر باعث ہوا کہ سجدہ کرنیوالوں میں شامل نہ ہوا؟ تو اس لعین نے جواب دیا قال لم اكن لاسجد لبشر خلقته من صلصال من حمإ مسنون ۝ (سورۃ حجر پ۱۴) میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسکو آپ نے سڑے ہوئے گارے کی بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔

اب جن حضرات کے نزدیک بے ادبی اور اہانت ہی اصل ادب اور محبت ہے ان کو اختیار ہے کہ ابلیس کا اتباع کرے اور بشر کو حقیر سمجھے یا قرآن و حدیث کا بلکہ خود اپنے بڑوں کا اتباع کر کے صراط مستقیم کو اختیار کرے چنانچہ خود یا نبین مذہب کے نزدیک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے۔

اعلیٰحضرت کا اقرار بانی مذہب احمد رضا خاں بریلی کی مصدقہ بہار شریعت.. صفحہ پر ہے انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت (بہار شریعت صفحہ)

مولوی نعیم الدین صاحب اپنی کتاب العقائد، میں لکھتے ہیں۔ انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے (کتاب العقائد صفحہ)

مفتی احمد یار خاں گجراتی بھی اپنی کتاب "جاء الحق" میں لکھتے ہیں **محمد بشر لا کالبشر یا قوت حجر لا کالحجر۔**

عقیدہ فریق مخالف مقتدا بریلوی کے نزدیک بھی حضور بشر ہیں لیکن آج کل کے جہلاء اور بعض شکم پرور و فتنہ پرداز علماء کے نزدیک حضور بشر نہیں نور ہیں، آپ ﷺ کی حقیقت و ذات نور ہے آپ پر ظاہری لبادۂ بشری چڑھا دیا گیا تھا۔

تاویلات فاسدہ اور یہ حضرات بشریت کی تمام آیات و روایات کی آسانی سے تاویل کر لیتے ہیں کہ ذو بشرۃ ظاہری کھال والا ہونا مراد ہے۔ یا بطور تواضع حضور کو حکم ہوا کہ اپنے آپ کو بشر کہیئے یا خطاب کفار سے ہے کہ آپ کفار سے کہہ دیجئے کہ میں بھی تمہاری ہی طرح بشر ہوں تاکہ وہ آپکی طرف مائل ہوں یہ تاویلات بچند وجوہ باطل ہیں۔

(۱) کسی معتبر تفسیر کے حوالہ کے بغیر اس رائے زنی سے ان حضرات کی ضلالت و گمراہی کا ثبوت تو ہو سکتا ہے اس مسئلہ کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ چونکہ قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا ضلالت و گمراہی ہے چنانچہ یہ حضرات بلا کسی حوالہ کے اس رائے زنی پر جرأت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو فضیلۃ المصطفےٰ علیٰ کل الورٰی، جاء الحق۔

(۲) اگر یہاں ظاہری بشریت مراد ہے۔ یا تواضع پر محمول ہے یا کفار سے خطاب ہے تو باطنی بشریت کی نفی اور محمول علی الحقیقت و مومنین سے خطاب آپ کہہ دیجئے میں بشر نہیں ہوں) کی ایک بھی آیت یا روایت دکھا دے جس میں اسکی صراحت ہو کہ حضور بشر نہیں ہیں اگر ایک بھی صحیح و صریح روایت ہی کوئی پیش کر دے تو ہزار روپے کا انعام۔

(۳) کسی لفظ کا کوئی اصطلاحی معنی رائج ہو تو اس کا لغوی معنی بلا کسی قرینہ کے مراد لینا صحیح نہیں اور بشر کا اصطلاحی و عرفی معنی متعین و مشہور ہے یعنی انسان اب بلا کسی قرینہ کے لغوی معنی زُود بُشرۃ مراد لینا علم عربیت سے لاعلمی کی دلیل ہے۔

منکرین بشریت کے دلائل

(۱) قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلم، (سورۃ پ۶)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی تعریف سے نور (روشنی) اور واضح کتاب آئی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اس شخص کو سلامتی کی راہیں دکھاتے ہیں جو رضائے الٰہی کا طالب ہے۔

رضا خانی حضرات کہتے ہیں کہ اس آیت میں "نور" سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جواب نمبر (۱) اولاً یہ کہنا کہ لفظ "نور" سے مراد رسول اللہ ہیں صحیح نہیں چونکہ آگے "یہدی" واحد کی ضمیر ہے۔ اگر نور اور کتاب مبین دو الگ الگ چیزیں ہوتیں تو واحد کی ضمیر لانا صحیح نہ ہوتا۔ پھر "یہدی بہما" تثنیہ کی ضمیر لاتے۔ لہٰذا صحیح یہ ہیکہ یہاں عطف تفسیری ہے۔ نور اور کتاب مبین ایک ہی چیز ہے چنانچہ قرآن کو دوسری جگہ نور کہا گیا ہے۔ یاایھا الذین امنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا، (سورہ تغابن) بالاتفاق یہاں "النور" سے مراد قرآن ہے۔

جواب نمبر (۲) اگر نور سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مراد لیں تو ہمارے خلاف نہیں۔ چونکہ ہمارے نزدیک بشر بھی ہیں اور نور بھی۔ یہاں بشریت کی نفی نہیں ہے اور نور سے ذات النبیؐ مراد لینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

دوسری دلیل:۔ اول ما خلق اللہ نوری (فضیلۃ المصطفےٰ ص۸)

ترجمہ:۔ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا۔

جواب نمبر۱ : ۔ اولاً یہ روایت نہایت ضعیف ہے اسکی سند میں عبدالرزاق سے جو شیعہ ہے اور ضعیف راوی ہے ۔ اور ضعیف روایت سے عقیدہ کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔
(حوالہ تذکرۃ الحفاظ ص۳۳۱ ج ۱ ، السہم المصیب ص۱۳)

جواب نمبر۲ : ۔ لفظ "نُوری" خود دلیل ہے کہ یہاں صفت مراد ہے ذات نہیں ، کیونکہ باتفاق نحات مضاف مضاف الیہ میں مغائرت ہوتی ہے ۔ سوائے لفظ عین ذات نفس ومافی معناہم کے اگر یہاں یہ کہنا ہوتا کہ میں نور ہوں تو اول ماخلقنی نوراً کہتے کہ سب سے پہلے اللہ نے مجھے نور بنایا ، میرے نور کو پیدا کیا نہ کہتے ۔

تفسیری دلیل : ۔ انا من نور اللہ والمومنون من نوری ، (فضیلۃ المصطفیٰ ص۵) میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومنین میرے نور سے ہیں ۔

جواب نمبر۱ : ۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے اسی وجہ سے مولوی غلام احمد سنبھلی نے بلا سند و بلا حوالہ نقل کر دیا اور عقیدہ کے ثبوت کیلئے تو قطعی الثبوت و قطعی الدلالت دلیل کی ضرورت ہے ۔

جواب نمبر۲ : ۔ اگر اس روایت سے حضورؐ کا ذاتاً نور ہونا ثابت ہوتا ہے تو آگے والمومنون من نوری بھی ہے ۔ پھر تمام مومنین کو بھی ذاتاً نور کہو ۔ اور اگر حضورؐ کی صفت کا بیان ہے تو ہم بھی یہی مانتے ہیں بلاشبہ آپؐ باعتبار صفت نور ہیں ۔

اسکے علاوہ یہ حضرات اور بھی دلائل عقلیہ بیان کرتے ہیں مگر دلائل نقلیہ کے رہتے ہوئے دلائل عقلیہ سے کسی مسئلہ کا ثابت کرنا یہ نقل پرستی اور نفس پرستی کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے اور دلائل عقلیہ بھی ایسے کنڈم ہیں کہ ایک مبتدی بھی اس کا جواب دے سکتا ہے ۔

گذارش ہمارے بریلوی بھائیوں سے درخواست ہیکہ اگر ہماری بات نہیں مانتے تو اپنے ہی معتمد کی بات مان کر راہِ حق پر گامزن رہیں اور اس نازک دور میں امت کے اندر خواہ مخواہ تفرقہ پیدا کرنے سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں ۔ اللہ پاک سبھوں کو صحیح راستے کی ہدایت دے ۔ آمین یارب العالمین ۔

ربِ صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم ۔

حاضر و ناظر

وصی احمد
دھنبادی

حاضر و ناظر ہونا یہ صرف خداوند قدوس کی صفت ہے اسمیں کسی کا کسی نوع سے دخل نہیں ہے ،، اس سلسلہ میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حاضر و ناظر کا معنیٰ بیان کردیئے جائیں تاکہ محل نزاع متعین ہو جائے ،،

حاضر کے معنی ہیں " موجود ،، اور ناظر کے معنیٰ ہیں دیکھنے والا ،، مگر جب دونوں کو ملاکر استعمال کیا جاتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ ،، ایسی ہستی جسکا وجود کسی خاص جگہ میں نہیں، بلکہ اسکا وجود بیک وقت، ساری کائنات کی ایک ایک چیز کے تمام حالات اول سے اخیر تک اسکی نظر میں ہیں ،،

اہل سنت کا عقیدہ

تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حاضر و ناظر کا مذکورۂ بالا مفہوم صرف اللہ جل شانہ کی ذات پر صادق آتا ہے اور حاضر و ناظر ہونا اللہ ہی کی صفت ہے اسکو کسی دوسری ہستی کیلئے ثابت کرنا غلط ہے، حتیٰ کہ امام الانبیاء، سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، ہمارے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپؐ ہر جگہ موجود ہیں، اور کائنات کی ایک ایک چیز آپ کی نظر میں ہیں، نہ شرعاً درست ہے اور نہ تو عقل کی رو سے صحیح ہے ،، یہی عقیدہ حضرات صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین اور تمام اہل سنت والجماعت کا ہے جیسا کہ احادیث میں تفصیل آرہی ہے

رضاخانی عقیدہ

اسکے بعد رضاخانیوں کا عقیدہ دیکھئے جاء الحق صفحہ ۱۳۱ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کے بارے میں کیا لکھتے ہیں کہ ،، عالم میں حاضر و ناظر کا شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا صفات ایک ہی جگہ رہ کر

تمام کائنات کو اپنے کفِ دست کیطرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے اور صدہا کو س پر حاجتمندوں کی حاجت روائی کرے، یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کیساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو جو قبر میں مدفون ہے یا کسی جگہ موجود ہے،، ان سب کا ثبوت بزرگان دین کیلئے قرآن و احادیث، اقوال علماء سے ہے،،

ثبوت عقیدہ

اس باطل عقیدہ کا ثبوت نہ تو کسی آیت سے ہے نہ کسی حدیث سے نہ کسی سلف کے اقوال سے ہے، بلکہ ایجاد بندہ ہے،، الانکہ ثبوتِ عقیدہ کیلئے آیاتِ صریحہ احادیث متواترہ کا ہونا ضروری ہے،، اور خبر واحد سے بھی ثبوت عقیدہ نہیں ہو سکتا، اگرچہ خبر واحد صحیح ہو،

ملاحظہ ہو شرح مواقف صہ ۴۲۷، شرح فقہ اکبر صہ ۶۷، نووی مسلم شریف صہ ۲۲ اور خود مولوی احمد رضا خان نے الفیوض الملکیہ صہ ۵۲ اور ابناء مصطفےٰ صہ ۴ میں رقمطراز ہیں کہ ثبوت عقیدہ کیلئے آیات صریحہ، احادیث متواترہ کا ہونا ضروری ہے،،

دلائل اہل حق

حاضر و ناظر کا مذکورہ بالا مفہوم، جسکا وجود بیک وقت ساری کائنات کو محیط ہے،، کے مطابق آیات قرآنی،، احادیث،، اقوال سلف سے استدلال یہ صرف ذات باری پر صادق آتا ہے نہ کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر چنانچہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات و حالات سے باخبر کرنے کے بعد فرماتے ہیں،،

۱۔ وما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسی الامر وما کنت من الشاھدین ترجمہ، آپ (کوہ طور کی) غربی جانب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کے پاس حکم بھیجا اور نہ آپ مشاہدہ فرمانیوالے تھے،، سورۂ قصص آیت نمبر ۴۴۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوہ طور کی غربی جانب جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تھی،

آپؐ نہ حاضر تھے اور نہ ناظر، اسی طرح سورۂ توبہ جو نزول کے اعتبار سے سب سے آخری سورت ہے اسمیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

۲۔ وممن حولکم من الاعراب منفقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم ،

سورہ توبہ آیت ۱۰۱

ترجمہ "اور کچھ گرد و پیش کے گنوار اور کچھ مدینہ والے میں سے ایسے منافق ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں آپ انکو نہیں جانتے ہم انکو جانتے ہیں"

غور کیجئے۔ ان آیات میں واقعات مذکورہ کے مواقع پر موجود نہ ہونیکی کتنی وضاحت کیساتھ نفی کیجارہی ہے"

تاویل باطل

لیکن احمد یار خان جاء الحق ص۱۵۴ میں یہ تاویل لکھتے ہیں "ان آیات میں فرمایا گیا ہے، کہ آپؐ بایں جسم پاک وہاں موجود نہ تھے انمیں یہ کہاں ہے کہ آپؐ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہیں فرما رہے تھے، اس جسد عنصری کا وہاں نہ ہونا اور ہے اور ان واقعات کا مشاہدہ فرمانا اور ہے"

"یہ تاویل بالکل لغو ہے کیونکہ قرآن مقدس صاف کہتا ہے

وما کنت من الشاھدین، اور نہ آپ مشاہدہ فرمانیوالے تھے"

آیات قرآنی کے بعد چند حدیثیں بھی ملاحظہ ہوں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ حاضر و ناظر قطعاً نہیں ہیں"

عن عائشۃ انما قالت واعد رسول اللہ ، خلاصہ، ایکمرتبہ ایک کتا آنحضرت صلعم کی چارپائی صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل ؑ فی ساعۃ کے نیچے گھس گیا اور آپ سے جبرئیل ؑ نے ملاقات کا یاتیہ فیھا فجاءت تلک الساعۃ و وعدہ کیا تھا، مگر وہ نہ آئے، جب آپ نے آسمان لم یاتہ وفی یدہ عصا فالقاھا من یدہ حضور اکرمؐ نے گھر میں کتا دیکھا تو حضرت عائشہؓ وقال ما یخلف اللہ وعدہ ولا رسلہ سے آپ نے پوچھا یہ کتا گھر میں کب داخل ہوا

صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام
فی ساعۃ یاتیہ فیہا فجاءت تلک الساعۃ
ولم یاتہ وفی یدہ عصًا فالقاھا من یدہ
وقال ما یخلف اللہ وعدہ ولا رسلہ ثم
التفت فاذا جرو کلب تحت سریرہ فقال
یا عائشۃ متی دخل ھذا الکلب فقالت
واللہ ما دریت فامر بہ فاخرج فجاء
جبرئیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم واعدتنی فجلست لک فلم یات
فقال منعنی الکلب الذی کان فی بیتک
انا لا ندخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ

مسلم ص ۱۹۹ ج ۲

انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم مجھے
معلوم نہیں ،،

اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ حاضر و ناظر نہیں ہیں ورنہ حضرت عائشہ رضہ سے کتے کے بارے میں یہ نہ پوچھتے کہ کب سے ہے ،، پھر اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو حضرت عائشہ رضہ کو ضرور معلوم ہوتا اور عرض کرتا کہ یا رسول اللہ آپ جاننے کے باوجود مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں پھر اس باطل عقیدہ والوں سے سوال ہوگا کہ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو داخل ہونے سے کیوں روکا ،، کیا آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ دخول کلب سے جبرئیل کی آمد نہیں ہوگی معلوم ہوا کہ آپ حاضر و ناظر نہیں تھے ،،

دوسری حدیث ملاحظہ ہو ،

۲- عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال انما انا بشر وانکم تختصمون
الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں
بشر ہوں اور تم میرے پاس جھگڑا لیکر آتے
ہو ، ہو سکتا ہے کہ تم میں کوئی شخص اپنی

من بعض فاقضی علی نحو ما اسمع فمن قضیت له بحق اخیه شیئاً ولا یاخذه فانما اقطع له قطعة من النار ،،

بخاری شریف صـ ۱۰۶۲ ج ۲

چرب زبانی سے اپنے جھوٹے دعوے کو سچا کر دکھائے، اور میں غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اسکے حق میں فیصلہ کر دوں تو اسکو یوں سمجھنا کہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا ہے جو اس نے لیا ہے لہذا میرے سامنے سچ بات کہنا ،،

اگر آپ بشر نہ ہوتے اور حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو یوں فرما دیتے کہ میں تمہارے ظاہر و باطن سے بخوبی واقف ہوں اسلئے میں سچے اور جھوٹے کو خوب پہچانتا ہوں لہذا میرے سامنے غلط بیانی نہیں چل سکتی ،، اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپ حاضر و ناظر نہیں ہیں ،،

اقوال

فقہ حنفی کے مشہور و معروف فتاویٰ تاتارخانیہ میں لکھا ہے ،

تزوج بشهادة الله ورسوله لا ینعقد النکاح ویکفر لاعتقاده ان النبی صلی الله علیه وسلم یعلم الغیب ،،

جس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا مگر وہ شخص کافر ہو جائیگا، کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آپ غیب جانتے ہیں ،

۲۔ اور فتاویٰ شامی صـ ۳۰۶ ج ۴ میں اور اسیطرح دیگر معتبر اور مستند کتابوں میں حضرات فقہاء احناف اس کی تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا یا آپ حاضر و ناظر تھے تو وہ قطعاً کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے حضرات فقہاء احناف کے یہاں یہ مسئلہ اتنا واضح اور بے غبار ہے کہ وہ بغیر کسی خوف اور لومۃ لائم کے ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں، جو آنحضرت صلعم کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب تسلیم کرتے ہیں ،

اب فریق مخالف ہی ٹھنڈے دل کے ساتھ خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر اور دل میں قبر اور آخرت کا خوف رکھکر انصاف سے بتائیں کے حنفی کون ہیں ،،

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے ،

مخالفین کا استدلال

ان کا استدلال لفظ شاہد اور شہید سے ہے جو ان پانچ سورتوں میں ہیں ،، سورہ بقرہ ، نساء حج ، احزاب ، مزمل ، چنانچہ سورۂ بقرہ میں یوں ارشاد ہے

۱۔ وکذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا ۔ پ۲ بقرہ رکوع ۱۶

اسیطرح ہم نے تمکو بہترین امت بنایا تاکہ ہو تملوگوں پر گواہ اور رسول تم پر گواہی دینے والا ہو ،،

۲۔ اور سورۂ نساء میں یوں ارشاد ہے ،،

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا ،،

اور کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہی دینے والا بلائیں گے اور تجھ کو ان لوگوں پر گواہی دینے والا بلائیں گے ،،

اور سورۂ حج میں یوں ارشاد ہے

۳۔ لیکون الرسول شہیدا علیکم وتکونوا شہداء علی الناس ۔ پ۱۷ سورۂ حج رکوع ۱۰

تاکہ ہو رسول تم پر گواہی دینے والا اور تم لوگوں پر گواہی دینے والے ،،

۴۔ اور سورۂ احزاب میں یوں ارشاد ہے

یاایھا النبی انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا ۔

اے نبی ہم نے تمکو بھیجا ہے گواہی دینے والا اور خوش خبری سنانیوالا اور ڈرانے والا بنا کر

۵۔ اور سورہ مزمل میں یوں ارشاد ہے ،

انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ،

ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول گواہی دینے والا تمہارے اوپر جیسا کہ ہم نے فرعون کیطرف رسول بھیجا ،،

مخالفین کہتے ہیں کہ ان آیات میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت شاہد اور شہید بیان کی گئی ہے اور کہا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر گواہی دیں گے، اگر آپ ہر ہر امتی کے احوال سے واقف نہیں اور حاضر و ناظر نہیں تو گواہ کیسے بنے، جب آپ گواہ ٹھہرے تو حاضر و ناظر ہو گئے، جاء الحق ص ۱۳۳۔

جواب اول کتاب الشہادت للہدایہ میں صاف مسئلہ ہے کہ گواہی کیلئے حاضر و ناظر، رویت العین ہونا ضروری نہیں بلکہ علم ہونا کافی ہے اسکے علاوہ دوسری کتب فقہ میں بھی یہی مسئلہ ہے،،

جواب ثانی کسی مفسر نے ان آیتوں کا حاضر و ناظر، رویت العین، سے ترجمہ و تفسیر نہیں کیا ہے،،

جواب ثالث اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو جو سورتیں ان سورتوں کے بغیر نازل ہوئی ہیں وہ اس دعویٰ کی تردید کیوں کرتی ہیں؛ چنانچہ دیکھئے بخاری شریف ص ۳۴۴ میں یوں ہے۔

زید ابن ارقم رضؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور کیساتھ غزوہ تبوک کیلئے جا رہا تھا اثناء سفر میں عبداللہ بن ابی کو اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوا سنا کہ جب ہم مدینہ منورہ واپس ہو جائیں تو ہم ان کمینوں کو ذلیل کریں گے کیونکہ جہاں جاتے ہیں ہمیں کشاں کشاں لئے پھرتے ہیں۔ ہوتے ہوتے یہ باتیں حضور تک پہونچیں تو آپؐ نے دونوں سے تحقیق حال کیا۔ زید ابن ارقم رضؓ کہتے ہیں کہ حضور نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور عبداللہ بن ابی منافق کو سچا قرار دیا۔ تو مجھے اتنا غم ہوا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا پھر کچھ ہی دیر بعد خداوند قدوس نے سورۃ منافقون کی آیت اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله، نازل فرمائی۔ اس پر حضورؐ نے زید بن ارقم رضؓ

سے فرمایا کہ تم نہایت سچے ہو۔ اور عبداللہ ابن ابی بالکل جھوٹا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ قطعاً حاضر و ناظر نہیں ہیں ورنہ ذاتی علم ہونیکے باوجود ایک سچا مومن کو جھوٹا اور جھوٹا منافق کو سچا نہیں قرار دیتے اور اس سے صحابہ کا بھی عقیدہ معلوم ہوا کہ آپؐ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ ورنہ زید ابن ارقم رضؓ ضرور کہتے کہ یا رسول اللہ آپ حاضر و ناظر و عالم الغیب ہونیکے باوجود مجھے جھوٹا کیوں قرار دے رہے ہیں۔

میلاد مروّجہ کی حقیقت

تو قیر عالم
پورنوی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ میری امت میں بے شمار فرقہ ضالہ وجود پذیر ہونگے ۔۔۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے عقائد باطلہ پر قرآن و حدیث ہی سے استدلال کرے گا ۔ چنانچہ معتزلہ ہو یا خوارج ، کرامیہ ہو یا جہمیہ ، شیعہ و روافض ہو یا قادیانی اور مودودی ہو یا رضاخانی ہر ایک نے قرآن و حدیث ہی کو اپنا مستدل بنایا اور قرآن و حدیث کی روح کو پامال کیا ۔

خصوصاً رضاخانی مبتدعین و مخترعین نے اسلامی عقائد کو متزلزل کرنے والی قسم قسم کی بدعات مذمومہ کو اپنایا اور ایجاد کیا ۔ انہی بدعات میں سے ایک میلاد مروجہ ہے جسکی داغ بیل سلطان مظفر الدین صاحب اربل نے ۶۰۴ھ میں رکھی ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی ولادت سے لیکر وفات تک کے ہر شعبہ کے صحیح حالات و واقعات اور آپ کے اقوال و افعال کو بیان کرنا باعث نزول رحمت خداوندی اور سبب خیر و برکت ہے ۔ سال کے ہر مہینہ ، مہینہ کے ہر ہفتہ ، ہفتہ کے ہر دن ، دن کے ہر گھنٹہ ، اور گھنٹہ کے ہر منٹ میں کوئی وقت ایسا نہیں جس میں آپ کے حالات بیان کرنے اور سننے ممنون ہوں (مراۃ السنت ص۱۶۰ ، خطبات حکیم الاسلام ج۱ ص۱۶ ، اختلاف امت اور صراط مستقیم ص۷۵) لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کے ذکر کے لئے بارہویں ربیع الاول کی تعیین ، محفل میلاد میں آپؐ کے تشریف لانے کا اعتقاد رکھنا ، آپؐ کو حاضر و ناظر سمجھنا ، ذکر ولادت کے وقت تعظیماً کھڑا ہونا ، کھانا و مٹھائیوں کا انتظام کرنا ۔ اس میں شرکت نہ کرنے والوں کو کافر و مرتد کہنا ، اور اس طرح کی خرافاتی مجلس کو اہل السنت والجماعت کی علامت و شعار قرار دینا (جیسا کہ ہمارے زمانہ کے مبتدعین رضاخانی کرتے ہیں) اسکی کیا حقیقت اور اصل ہے ہمارے زمانہ کے مبتدعین اسکو جائز ہی نہیں بلکہ واجب تک کا درجہ دیتے ہیں اور میلاد مروجہ کے جواز پر مختلف دلائل پیش کرتے ہیں جس میں سے اول دلیل

پہلی دلیل ماراٰہ المسلمون حسنًا فھو عند اللہ حسنٌ والی حدیث ہے (جس چیز کو مسلمان حسن سمجھیں وہ حسن ہے) جیسے مولوی عبدالسمیع، مفتی احمد یار خان اور ان کے ہمنواؤں نے میلاد مروجہ کے جواز میں مستدل بنایا ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ میلاد مروجہ کو مسلمان حسن سمجھتے ہیں اس لئے یہ حسن اور باعث ثواب ہے (جاء الحق ص۳۰۱) لیکن ان کا یہ استدلال کلمۃ حق اریدبھا الباطل کے قبیل سے ہے۔

پہلا جواب چونکہ یہ حدیث موقوف ہے (نصب الرایہ ص۱۳۳ ج ۴ الاشباہ والنظائر ص۱۰۵) اور احادیث مرفوعہ سے بدعت کی قباحت وشناعت نیز اس پر وعید شدید ثابت ہے لہذا ان احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں اس روایت موقوفہ کو کس طرح ترجیح ہو سکتی ہے اور اس سے کسی امر پر احتجاج کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

دوسرا جواب اور اگر اس کو قابل احتجاج تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہاں "المسلمون" پر الف لام عہد کیلئے ہے اور اس سے مراد خلفاء راشدین ہیں جیسا کہ اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے اور معنی یہ ہیں کہ جن چیزوں کو خلفاء راشدین حسن جانیں وہ حسن ہیں اور ان کے ایجاد کردہ اشیاء کے حسن ہونے میں فریقین کا اتفاق ہے چونکہ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر ہیں جو چیز وجود میں آئی وہ بدعت کی تعریف سے خارج ہے۔ اور چونکہ میلاد مروجہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں نہ تھا اس لئے اس حدیث سے اس پر استدلال باطل ٹھہرا۔ اور اگر "المسلمون" کے الف لام کو استغراق کے لئے مانیں تو اس صورت میں اجماع کا اثبات ہوگا۔ اور ان کا استدلال بہر صورت تام نہ ہوگا چونکہ قرون مشہود لہا بالخیر میں باوجود محرک کے میلاد مروجہ موجود نہ تھا۔

دوسری دلیل دلیل جسے مولوی عبدالسمیع اور مفتی احمد یار خاں نے میلاد مروجہ کے جواز پر پیش کیا ہے کہ میلاد مروجہ اگرچہ پانچ سو سال بعد کی کاشت ہے لیکن یہ بدعت حسنہ ہے اور اس پر حضرت عمرؓ کا قول "نعمت البدعۃ ھذہ" سے استدلال

کیا ہے لیکن ان کی یہ دلیل شیطانی فریب ہے جو عنکبوت کے بیت ناپائیدار سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ اسلئے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں (۱) لغوی (۲) شرعی۔ بدعت لغوی کے اندر تو حسنہ وسیئہ ہے لیکن بدعت شرعی جو سنت کے مقابلہ میں آتی ہے وہ کبھی بھی حسن نہیں ہوتی بلکہ کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار کے تحت ہر بدعت سیئہ ہی ہے چنانچہ ترویح الجنان صہ اور الجنۃ لاہل السنۃ صہ ۱۶۱ میں اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے

ان البدعۃ علی قسمین بدعۃ لغویۃ وبدعۃ شرعیۃ فالاول ھو المحدث مطلقا عادۃ کانت او عبادۃ وھی التی یقسمونھا الی الخمسۃ والثانی وھو ما یدعی علی ما شرع من حیث الطاعۃ بعد انقراض الازمنۃ الثلثۃ بغیر اذن من الشارع لا قولا ولا فعلا وصریحا ولا کنایۃ وھو البدعۃ المحکوم علیھا بالضلالۃ،

ترجمہ:۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک لغوی بدعت اور دوسری شرعی بدعت، لغوی بدعت ہر نو ایجاد کا نام ہے جو عبادت ہو یا عادت اور اسی بدعت کی پانچ قسمیں کی جاتی ہیں اور دوسری وہ بدعت ہے جو طاعت کی مد میں کسی مشروع امر پر زیادتی (یا کمی) کی جائے مگر یہ قرون ثلاثہ کے ختم ہونیکے بعد، اور یہ زیادتی شارع کی اذن سے نہ ہو، نہ اس پر شارع کا قول موجود ہو اور نہ فعل صراحۃً نہ اشارۃً، اور بدعت ضلالہ سے یہی مراد ہے۔

عبارت مذکورہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بدعت لغوی تو پانچ قسموں (فرض، واجب، سنت، مندوب، مکروہ) کی طرف منقسم ہوتی ہے مگر بدعت شرعی وہ ضلالت ہی ضلالت ہے۔

اور حضرت عمرؓ کا تراویح کے سلسلے میں یہ قول "نعمت البدعۃ ہذہ" اس میں بھی بدعت کے لغوی معنی مراد ہیں (محامدہ علمیہ بر دد رضا خانی صہ ۳ ج ۲) یہ مجوزین میلاد مروجہ کی تین دلیلیں اور ان کا مختصر علمی جائزہ تھا۔ اب ہم میلاد مروجہ کے بدعت اور بے اصل ہونے پر اہل حق

کے کچھ استدلالات پیش کرتے ہیں ۔

پہلی دلیل اس سے پہلے یہ بات گذر چکی ہے کہ میلاد کا وجود ۶۰۴ھ میں ہوا اس سے پہلے کہیں بھی اس کا نام ونشان نہ تھا اسلئے میلاد مروجہ تمام اہل سنت والجماعت (اس ہیئت مخصوصہ کیساتھ) کے نزدیک حرام اور بدعت ہے (محاضرہ علمیہ بر رد رضاخانیت ج۵ ص۵۶) علامہ ابن الحاج مالکی اپنی بایہ ناز کتاب ،، مدخل ،، میں ارقام فرماتے ہیں ۔

من جملۃ ما احدثوہ من البدعۃ مع اعتقاد ھم ان ذالک من اکبر العبادات واظھار الشرائع مایفعلونہ فی شھر ربیع الاول من المولد وقد احتوی علی بدائع (مدخل صہ ج ۲)

ترجمہ :۔ لوگوں کو ان بدعتوں اور نوایجادات میں سے جن کو وہ بڑی عبادت سمجھتے ہیں اور جن کے کرنے کو شعائر اسلامیہ کا اظہار کہتے ہیں ایک مجلس میلاد ہے جسکو وہ ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں اور واقعہ یہ کہ بہت سی بدعات اور محرمات پر مشتمل ہے ۔

اور تحفۃ القضاۃ میں ہے ۔

سئل القاضی عن مجلس المولد الشریف قال لا ینعقد لانہ محدث وکل محدث ضلالۃ (بحوالہ الجنۃ صہ۲۰۲)

ترجمہ :۔ قاضی سے پوچھا گیا کہ محفل میلاد کا کیا حکم ہے ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ نہ منعقد کیا جائے اسلئے کہ یہ نوایجاد ہے (جو حضورؐ کے زمانہ میں نہ تھا) اور ہر نوایجاد بدعت وضلالت ہے ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ میلاد مروجہ بدعت ہے ۔ چونکہ یہ قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ تھا اور ہر وہ چیز جو قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ ہو وہ بدعت ہے (ترویح الجنۃ لاہل السنۃ صہ۱۶۱)

دوسری دلیل مبتدعین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور حاضر وناظر ہیں اور آپ ذکر ولادت کے وقت مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں یہ شرک فی الصفات ہے دیکھئے تزئین

وَيقومون عند ذكر مولد النبي ويزعمون انه روحه صلعم يجئ
وحاضر فزعمهم باطل بل هذا الاعتقاد شرك وقد منع الائمة
الاربعة عن مثل هذا (تحفۃ القضاۃ بحوالہ الجنۃ صد۲۰۲)

ترجمہ:۔ لوگ حضورؐ کی ولادت کے ذکر کے وقت کھڑے ہوتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح تشریف لاتی ہے اور حاضر ہوتی ہے لیکن ان کا یہ گمان اور خیال باطل ہے بلکہ یہ اعتقاد شرک ہے اور ائمہ اربعہ نے ان جیسی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

تیسری دلیل بتدعین یہ خیال کرکے کہ حضورؐ ذکر ولادت کے وقت تشریف لاتے ہیں قیام کرتے ہیں جو بدعت ہے (جیسا کہ تحفۃ القضاۃ کے حوالہ سے مذکور ہوا) چونکہ اپنی حیات طیبہ میں بھی اپنے لئے قیام پسند نہیں فرماتے تھے تو بعد موت اس کو کیونکر پسند فرما سکتے ہیں جبکہ بوقت ذکر ولادت آپ کا مجلس میلاد میں تشریف لانا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف صد۴۰۸ باب القیام

لم يكن شخص احب اليهم من رسول الله صلعم وكانوا اذا رأوه
لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك رواه الترمذي

ترجمہ:۔ صحابہ کے نزدیک تمام انسان میں سب سے زیادہ محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جب وہ لوگ آپ کو دیکھتے تھے کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ آپ اسے پسند نہیں فرماتے ہیں۔

اور سیرت شامی میں ہے

جرت عادة كثير من المحبين اذا سمعوا ذكر وضعه صلعم ان
يقوموا تعظيما له صلعم وهذا القيام بدعة لا اصل لها
(بحوالہ الجنۃ لاہل السنۃ)

ترجمہ:۔ بہت سے محبین کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ولادت

باقی صد۴۵ پر

عصمت انبیاء عقل و نقل کی روشنی میں

عبدالمجید کرناٹکی

عصمت انبیاء علیہم السلام اسلامی عقائد میں سے ایک بنیادی عقیدہ ہے اور یہ نہایت اہم بلکہ معرکۃ الآراء مسئلہ ہے، مذہب اسلام کی حقیقت، صداقت اور عظمت کا دارومدار بھی اسی پر ہے کیونکہ انبیاءؑ کو لوگوں کا مقتدیٰ بنا کر بھیجا جاتا ہے اگر ان سے بھی کوئی فعل اللہ کی مرضی کے خلاف صادر ہو جائے تو انبیاء کرامؑ کے اقوال و افعال سے امن اٹھ جائیگا اور وہ قابل اعتماد نہ رہ سکیں گے اور جب انبیاء پر اطمینان و اعتماد نہ رہے گا تو مذہب کی بنیاد ہی سرے سے ختم ہو جائیگی اور انبیاء کرامؑ کی زندگی لوگوں کیلئے نمونہ نہ بن سکے گی کیونکہ جو لوگ عمل کرنے کا ارادہ کریں گے تو ان کے لئے اپنے نبی کے قول و فعل میں اس کا احتمال ہوگا کہ یہ خدا کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہے؟ ایسی حالت میں نبی کی زندگی کیسے نمونہ بن سکے گی۔ جب کہ امت کو نبی کے ساتھ مخصوص افعال کے علاوہ تمام اعمال و افعال کو نمونہ بنانیکا حکم دیا گیا ہے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ نبی کی زندگی کا ہر ایک پہلو قبل نبوت و بعد نبوت ہر طرح کی معصیت سے پاک و منزہ ہو کیونکہ نبی اپنی قوم کے سامنے دعوی نبوت کے انکار کے وقت اپنی گذشتہ زندگی پیش کرتا ہے "لقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون" کہ نبوت کے دعوی سے پہلے تمہارے درمیان میری عمر کی کافی مدت گذری ہے جس میں مجھ سے کوئی محل اعتراض قول یا فعل صادر نہیں ہوا۔ نبی کا قبل نبوت کی اپنی زندگی لوگوں کے سامنے پیش کرنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ نبی قبل نبوت بھی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اور عصمت نبی کی ذات کے

لئے لازم ہوتی ہے جس کے سبب قبل نبوت و بعد نبوت تمام گناہوں سے خواہ وہ صغائر ہوں یا کبائر، عمداً ہوں یا سہواً، معصوم و محفوظ ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نبوت و رسالت کیلئے قابل ملامت بات سے پاک رہنے والی ذات کا انتخاب کرتا ہے جیسا کہ خود ارشاد ربانی ہے ۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ اپنی نبوت و رسالت کے لئے کس ذات کا انتخاب کرے اور کون سی ذات ایسی صفات کی حامل ہے جو اس منصب جلیل کا اہل قرار پائے ۔ امام رازی اس آیت کریمہ کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

المعنی ان للرسالۃ موضعاً مخصوصاً لا یصلح وضعھا الا فیہ فمن کان مخصوصاً موصوفاً بتلک الصفات التی لاجلھا یصلح وضع الرسالۃ فیہ کان رسولاً والا فلا ۔ (تفسیر کبیر ص ۱۴۰ ج ۴)

مطلب یہ ہے کہ منصب رسالت کیلئے ایک ایسی مخصوص ذات کا ہونا ضروری ہے جو ان صفات کے ساتھ متصف ہو جن کے سبب وہ رسالت کا اہل قرار پائے ۔ تو اس کو منصب رسالت سے نوازا جائے گا ۔ ورنہ نہیں ۔ امام رازی کی اس عبارت کا خلاصہ یہی ہے کہ جس ذات کو آئندہ چل کر نبوت و رسالت کے مقام پر فائز ہونا ہے وہ قبل از نبوت ہی فطری طور پر دوسرے تمام نفوس کے مقابلہ میں نہایت پاکیزہ، عالی کردار، نیک سیرت، اور ہر طرح کے گناہ سے پاک ہوتی ہے ۔

چنانچہ امام رازی نے عصمت انبیاء پر اپنی کتاب تفسیر کبیر ص ۲۲۰ تا ۲۲۱ ج ۱ پر عقلی و نقلی سولہ دلیلیں پیش کی ہیں اور یہ امت کا اجماعی عقیدہ بھی ہے جو دور صحابہ سے چلا آرہا ہے اگر اس اجماعی عقیدہ سے کسی کو اختلاف ہے تو بعد کے لوگوں میں صرف مودودی صاحب کو ہے جو نبی کیلئے عصمت کو لازم ذات قرار نہیں دیتے بلکہ مودودی صاحب فرماتے ہیں

"عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب رسالت و نبوت کی ذمہ داری صحیح طور پر ادا کرنے کیلئے مصلحۃً ۔۔۔

خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے، ورنہ اگر اللہ تعالےٰ کی حفاظت تھوڑی دیر کیلئے بھی ان سے منفک ہو جائے تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلط فہمی ہو جاتی ہے اسی طرح انبیاء کرام سے بھی ہو سکتی ہے علاوہ یہ لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزش سرزد ہونے دی ہے تاکہ لوگ انبیاءؑ کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں خدا نہیں ہیں" (تفہیمات ص۴۳ ج ۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

"نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ ؑ سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انھوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا، جب فرعون نے ان کو اس فعل پر ملامت کی تو انھوں نے بھرے دربار میں اس بات کا اقرار کیا "فعلتها اذا وانا من الضالین"۔ (رسائل و مسائل اول ص۲۵)

مودودی صاحب کی اس عبارت سے عصمت انبیاء کے مسئلہ میں ان کا بنیادی نظریہ واضح ہو جاتا ہے کہ مودودی صاحب کے نزدیک کسی نبی سے بالفعل گناہ کا صادر ہونا نبوت کے محل کے منافی نہیں ہے نمبر ۱، ۲، ۳ کی عبارت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ ہر ایک نبی سے ایک دو گناہ و لغزش بالفعل ضرور سرزد ہوتے ہیں۔ جو مذکورہ آیت "اللہ اعلم حیث یجعل رسالته" اور "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة" کے بالکل خلاف ہے اور اہل سنت والجماعت کے اتفاقی مسئلہ سے ہٹ کر اپنا ایک نظریہ قائم کرنا ہے جو دین متین سے ہٹا دینے والا اور اپنے تمام معتقدین کو گمراہ کرنے والا ہے۔ چنانچہ مودودی صاحب کے معتقدین اس نظریہ کو مدلل کرنے کیلئے قرآن کریم کی وہ آیتیں جن کا ظاہر ان کے نظریہ کی تائید کرتا ہے جیسے حضرت آدم ؑ کے واقعہ میں "عصیٰ آدم ربه" اور آپؐ کے لئے سورۃ فتح میں "لیغفرلك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر" اور دیگر انبیاء کرام کے واقعات

میں اس طرح کے قرآن وحدیث میں پائے جانے والے الفاظ اور علماء حق کی کتابوں میں ذکر کردہ وہ عبارتیں جن میں زلت کو اس کے ظاہر کی طرف دیکھتے ہوئے معصیت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ان کو اپنے عقیدہ کے اثبات میں پیش کرتے ہیں جس کا بطلان واضح ہے چنانچہ ملا علی قاری مرقات ص۱۸۱ ج ۱ میں حضرت انسؓ کی متفق علیہ روایت کے آخری حصہ قد غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

ثم الذنب ما له تبعة دينية او دنيوية ماخوذ من الذنب ولما كان النبي صلى الله عليه وسلم معاتبا بترك الاولى تاكيدا للعصمة اطلق عليه اسم الذنب او يكون من باب حسنات الابرار سيئات المقربين قال ابن حجرؒ اى ستر بينه وبينه بعصمة منه فلم يمكن صدوره منه ولو صغيرة قبل النبوة على الصواب هذا معنى المغفرة فى حق الانبياء ومعناها فى غيرهم سترة بينهم وبين عقوبة ذنوبهم.

پھر گناہ وہ ہے جس پر کوئی دنیاوی یا اخروی مواخذہ ہو اور یہ لفظ ذنب سے مشتق ہے اور جب نبی کریم ﷺ کی عصمت میں قوت پیدا کرنے کیلئے خلاف اولیٰ کام پر مواخذہ ہوتا تھا اس وقت اس پر ذنب کے لفظ کا اطلاق ہوتا تھا اسلئے کہ یہ حسنات الابرار سیئات المقربین (نیکوکار کی نیکیاں مقربین بارگاہ کے حق میں قصور) کے قبیل سے ہے (اسلئے نبی کے خلاف اولیٰ عمل کو ذنب سے تعبیر کیا گیا) ابن حجرؒ کہتے ہیں (نبی کے گناہ معاف کئے جانے کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کے وقوع کے بعد معاف کیا گیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی عصمت کے سبب گناہ اور نبی (کی ذات) کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس کے سبب صحیح قول کے مطابق نبی سے کسی بھی گناہ کا صدور نہیں ہوتا خواہ از قبیل نبوت صغیرہ گناہ ہی کیوں نہ ہو۔ انبیاء کرام علیہم السلام

کے حق میں مغفرت کا یہی معنی ہے، اور مغفرت کا معنی انبیاء کرام کے علاوہ دیگر لوگوں کے حق میں ان کے اور ان کے گناہوں کی سزا کے درمیان پردہ حائل کر دینا ہے۔

ملا علی قاریؒ اور ابن حجرؒ کی تصریح سے یہ بات اصولی اور قاعدہ کلیہ کے طور پر پوری طرح واضح ہو گئی کہ جہاں پر بھی نبی کیلئے ذنب یا اس طرح کا کوئی لفظ قرآن و حدیث میں مذکور ہے اس سے حقیقۃً گناہ کا صادر ہونا مراد نہیں بلکہ اولیٰ و بہتر چیز کے ترک کرنیکی وجہ سے عصمت میں قوت پیدا کرنے کیلئے یا حَسَنَاتُ الابرار سیئاتُ المقربین کے قبیل سے ذکر کیا گیا ہے اور جہاں کہیں بھی نبی کی مغفرت کا تذکرہ ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ انبیاء کرامؑ کے ذوات اور ان سے بالقوۃ صادر ہونے والے گناہوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتا ہے تاکہ وہ از قبل نبوت و بعد نبوت عصمت کے لوازم ذات ہونیکی وجہ سے ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رہیں خواہ صغائر ہوں یا کبائر، عمداً ہوں یا سہواً۔ البتہ علماء حق میں سے بعض نے انبیاء کرام سے سہواً کبائر و عمداً صغائر کے صدور کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ علامہ تفتازانی کی مشہور کتاب "شرح عقائد" میں مذکور ہے۔ لیکن انبیاء کرامؑ کے لئے گناہوں کے صدور کے جواز کی تصریح عصمت کے لوازم ذات انبیاء ہونے اور اس پر دعوائے اجماع کرنیکے منافی نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ملا علی قاری مرقات صـ۱۸۱ ج ۱ تحریر فرماتے ہیں۔

والجمهور جوزوا وقوع الكبائر سهوًا والصغائر عمدًا لكن المحققين منهم شرطوا ان ينبهوا عليهم فينتهوا عنه فعلى هذا قول الجمهور لا ينافي الاجماع	اور جمہور نے انبیاء کرام کیلئے سہواً کبائر اور قصداً صغائر کو جائز قرار دیا ہے، لیکن ان میں سے محققین اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ ایسے امور پر انبیاء کرام علیہم السلام کو متنبہ کر دیا جاتا ہے اور وہ ان امور سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا

المذکوری ، (مرقات صـ۱۸۱ ج ۱) اس توجیہ کے بعد جمہور کا قول " مذکورہ اجماع کے خلاف نہیں رہا۔

یعنی قائلین جواز نے جو دوسری بات اس جگہ ملحوظ رکھی ہے اس کو سامنے رکھنے کے بعد علماء حق کے اقوال کا ظاہری اختلاف محض اختلاف لفظی کی شکل میں باقی رہ جاتا ہے کیونکہ جو لوگ گناہ کو جائز قرار دیتے ہیں تو وہ اس فعل کی ظاہری شکل وصورت کا لحاظ کرتے ہیں اور جو لوگ نفی کرتے ہیں وہ اس فعل کی حقیقت کا لحاظ کرتے ہیں جس میں گناہ کا کوئی نام ونشان تک نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے اس فعل کو لفظ زلت سے تعبیر کرتے ہیں تاکہ اس کے حقیقۃً گناہ نہ ہونے کی طرف اشارہ رہے، چنانچہ علامہ عبدالعلی بحرالعلوم شرح "مسلم الثبوت" صـ۳۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔

وکلهم من الحنفیة والشافعیة جوزوا الزلة فیها ای الکبائر والصغائر بعد النبوة وقبلها بان یقصد المباح فیلزم معصیة ای فیلزم امر یکون معصیة لو صدر عمدا کوکز موسیٰ القبطی

اور حنفی وشافعی میں سے ہر ایک نے قبل از نبوت وبعد نبوت کبائر وصغائر میں زلت کو جائز قرار دیا ہے بایں طور کہ وہ فعل مباح کا ارادہ کرے تو ایک ایسا فعل لازم آئے اگر وہ عمداً صادر ہوتو وہ معصیت کے قبیل سے ہو جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا قبطی کو مکا مارنا

اور اسی مسئلہ کے ذیل میں شمس الائمہ سرخسیؒ "تلویح صـ۴۸۵ پر" زلۃ "کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اما الزلة فلا یوجد فیها القصد الی عینها ولکن یوجد القصد الی اصل الفعل لانها اخذت من قولهم زل الرجل فی الطین اذا لم یوجد القصد الی الوقوع ولا الی الثبوت بعد الوقوع ولکن وجد القصد الی المشی فی الطریق وانما یواخذ

زلت میں خاص اسی فعل کا ارادہ نہیں ہوتا اگرچہ اصل فعل کا ارادہ ہوتا ہے کیونکہ لفظ زلت اہل عرب کے اس مقولہ سے ماخوذ ہے کہ آدمی کیچڑ میں پھسل گیا جب کہ گرنے کا یا اس میں گر کر پڑے رہنے کا کوئی قصد نہیں ہوتا لیکن راستہ پر چلنے کا قصد ہوتا ہے اور زلۃ پر مواخذہ ہوتا ہے

علیها لانها لا تخلو عن نوع تقصیر یمکن للمکلف الاحتراز عنه عند التثبت واما المعصیة فهی حرام یقصد الی نفسه مع العلم بحرمته۔	اس لئے کہ یہ ایسی کوتاہی نہیں ہے جس سے مکلف کا اپنی ہوشیاری سے بچنا ممکن نہ ہو۔ بہر حال جہاں تک حقیقی معصیت کا تعلق ہے تو یہ وہ فعل حرام ہے جس کی حرمت جاننے کے باوجود اس کے کرنے کا ارادہ کرے۔

اس عبارت سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نبی سے صادر ہونے والا خلاف اولیٰ فعل حقیقۃً گناہ کے معنی میں نہیں ہے بلکہ زلۃ کے معنی میں ہے جو حقیقۃً فعل مباح ہے جس کو علامہ عبدالعلی فواتح الرحموت صـ۳۹۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

ثم الزلة لیس فیها عصیان من وجه بل هی مباح کما قال الله تعالیٰ وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطأ،	پھر زلت کسی طرح بھی نافرمانی کے معنی میں نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک امر مباح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کسی مومن کیلئے جائز نہیں کہ وہ صاحب ایمان کو قتل کر ڈالے الا یہ کہ یہ فعل خطأ ہو۔

اور اس فعل کے صادر ہونے کے بعد من جانب اللہ کسی تکلیف کا آنا عذاب وعقاب کے طور پر نہیں ہے جو گناہوں پر ہوا کرتا ہے بلکہ عتاب وتادیب کے طریقہ پر صحیح ہے جو اپنوں کو خلاف اولیٰ کام کے کرنے پر کی جاتی ہے۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد روز روشن کیطرح عیاں ہو جاتا ہے کہ انبیاء کرام کیلئے عصمت لوازم ذات ہے۔ رہا بظاہر مواخذہ کا مسئلہ۔ یعنی اگر انبیاء کرام گناہوں سے معصوم ہیں تو پھر ان کو دنیا میں کیوں سزا دی گئی۔ جیسے حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں قید کے طریقہ پر رکھنا تو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ عتاب وتادیب کے طور پر ہے نہ کہ عقاب وسزا کے طور پر۔

واللہ اعلم بالصواب۔

کیا صحابہؓ معیارِ حق نہیں ہیں ؟

مہر علی
دھنبادی

اس حقیقت سے کسی کو جرأت انکار نہیں کہ آفتاب پورے عالم کو منور کرتا ہے تو اس سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ نبیوں اور رسولوں کے بعد صحابیت کا درجہ سب سے عظیم فخر ہے، لیکن طاغوتی قوتیں اساس دین محمدیؐ اور نور حق کو بجھانے کیلئے کوشاں رہیں۔ اور مجروحانہ کوششوں سے عامۃ الناس کو یہ باور کرانے میں ہمیشہ سرگرداں رہیں اور وہ گھٹیا سے گھٹیا طریقہ اپنی زندگی میں اپنایا جو ایک ادنیٰ شخص بھی اپنا نہیں سکتا۔ جبکہ جماعت صحابہؓ بعد الانبیاء والرسل وہ پاکباز گروہ ہے جسکی نظیر پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ وہ سراپا دینداری، تقویٰ وللّٰہیت، اخلاص وکردار کے سمندر، اور عدل وانصاف کے بے نظیر مجسم پیکر تھے، قرآن ان مقدس گروہ کی کہیں حمد وثنا کرتا ہے تو کہیں انعام واکرام کی بشارت دیتا ہے۔ کہیں کسی عمل پر فوز وفلاح کی خوشخبری دیتا ہے تو کہیں "رضی اللہ عنہم" کا گلدستہ پیش کرتا ہے۔ کہیں اولئك هم الفائزون، اولئك هم المهتدون، اولئك هم الراشدون، اولئك هم المفلحون۔ جیسے اچھے القاب سے نوازتا ہے، تو کہیں "امت وسط" کا مژدہ سناتا ہے۔

وعدۂ رضوان یہی وہ جماعت ہے جن کی جنتی ہونیکی شہادت قرآن نے ان لفظوں میں دی ہے وعد الله المومنين والمومنت جنّٰت تجرى من تحتها الانهر خالدين فيها ومساكن طيبة فى جنت عدن ورضوان من الله اكبر ذالك هو الفوز العظيم (التوبہ)

یہ آیت اس زمانہ کے منافقین ومنافقات کے مقابلہ میں مومنین ومومنات کے بارے میں نازل ہوئی اور سارے صحابی وصحابیات سے خلود فی الجنۃ اور اپنی رضوان کا وعدہ کیا

صحابہ کرامؓ مومنین کی وہ اولین جماعت ہے جس نے دین کی آبیاری کی اور سینچا اور جان و مال کی قربانی دیکر دین کے جھنڈے کو بلند کیا یہی وجہ ہے کہ ان کو دین کا معیار ٹھہرایا گیا اور جس طرح رسول اللہؐ کا ہر عمل امت کیلئے اسوۂ حسنہ ہے اسی طریقہ پر صحابہ کا عمل امت کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ ایمان کامل و صادق کے مجسم نمونہ تھے ان میں شان ایمان اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پائی جاتی تھی۔ اسی لئے کسی مجتہد کو اجازت نہیں کہ صحابہ میں اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو ان مختلف اقوال سے خروج کر کے ایک نیا قول قائم کرے۔ اسلئے کہ قرآن نے بتلا دیا ہے کہ شمع رسالت کا ہر تربیت یافتہ حق و باطل کیلئے معیار اور رشد و ہدایت کے مہر و ماہ ہے اور آنے والوں کیلئے راہنما ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم به فقد اهتدوا (البقرہ) یعنی اگر لوگ ہدایت چاہتے ہیں تو ہدایت اسی وقت حاصل ہوگی جبکہ وہ صحابہ کی طرح ایمان لے آئیں اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه۔ یعنی اگر صحابہ کی پیروی کروگے تو رضاء خداوندی حاصل ہوگی۔

اندازہ لگائیے کہ جس جماعت کو ہمارے ایمان و عمل کی کسوٹی اور جس کی پیروی حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ ہو اور جن کے صدق کی خبر خود خدا یا ایها الذين اٰمنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين۔ کے ذریعہ دے رہا ہو، تو کیا اس جماعت کے بارے میں یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ امت کیلئے معیار نہ ہو، ہرگز نہیں! اور کیوں نہ ہو معیار جبکہ خدا نے ان حضرات کو گناہوں سے محفوظ رکھا ہے جیسا کہ خدا برتر کی خود شہادت موجود ہے لكن الله حبب اليكم الايمان وزينه في قلوبكم وكره اليكم الكفر والفسوق والعصيان اولئك هم الراشدون ہ (الحجرات) کہ تمہارے لئے کفر، فسوق اور عصیان کو ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔ نیز اتمام حجت اور حکم میں زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اولئك هم الراشدون

کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور کامیاب ہیں ۔

ان نصوص سے یہ وضاحت ہوگئی کہ اگر خدا و رسول کے بعد کسی کیلئے کوئی معیار اور اس کا قول و فعل اور عمل حجت بن سکتا ہے تو وہ صحابہ کی جماعت ہے جو معیار و کسوٹی بننے کے لائق ہے اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ مستقبل میں دین کیلئے حجت نہ ہوں تو قرآن و حدیث جو ہم تک ان کے واسطے سے منتقل ہوکر آئے ہیں اس پر اعتماد کرنا کیسے صحیح ہوگا کیونکہ سب کے اولین ناقلین صحابہؓ ہیں ۔

الحاصل صحابہ کرامؓ ہر صورت میں امت کیلئے معیار ہیں اور ان کا عمل حجت ہے ۔ لیکن زمانہ کا ایک دستور اور اس کی ایک روش ہے ۔ بلکہ اس کی فطرت میں داخل ہے کہ ہمیشہ حق گو لوگوں کی مخالفت اور ان کو ہر طرح سے بدنام کرنیکی کوشش ہوئی ہے اور عام ضابطہ بھی یہی ہے کہ ایسا ہو کیونکہ تعرف الاشیاء باضدادھا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جہاں اور لوگوں نے مختلف طریقہ سے دین کے محل کو ڈھانے کی سعی کی ہے وہیں مودودی صاحب کا بھی اسی طرح کا مشن ہے کہ انھوں نے دنیاوی نام ونمود حاصل کرنیکے لئے ایک مخصوص راہ اختیار کی براہ راست اسلام پر حملہ کرنے کے بجائے جن پر دین کا دار و مدار ہے انہیں کو مطعون اور سب و شتم کرنا شروع کیا حالانکہ جب بنیاد کمزور ہو جائیگی تو دین اسلام خود بخود کمزور ہو جائیگا ۔ دستور جماعت اسلامی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ ۔

" رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے ۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اسی معیار کامل پر جانچے اور پرکھے ۔ اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اسکو اسی درجہ میں رکھے "

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں ۔ صحابہ کرام معیار حق نہیں ہیں ۔ (رسائل و مسائل صفحہ)

ذرا مودودی صاحب کے خیالی پلاؤ کا اندازہ لگائیے کہ قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال کر اپنی انفرادی تفکرات ، باطل خیالات ، اور تاریخی واقعات کو سامنے رکھ کر کس طرح صحابہ پر چوٹیں

کس رہے ہیں، اور ان کی شان عالی کو کس طرح گرانے میں جری ہیں، کہ ان کا قلم تعریفات کے بجائے زہر اُگل رہا ہے اور حد یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو ڈھال بنا کر اور مودودی صاحب اپنے کو مسلمان بتا کر یہ سب کچھ کر رہے ہیں جب کہ صحابہ کرام سے متعلق حضورؐ کا ارشاد بھی موجود ہے۔

ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب تمھیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں کوئی حکم ملے تو اس پر عمل کرنا لیکن اگر ان دونوں میں نہ ہو تو فرمایا کہ فما قال اصحابی ان اصحابی بمنزلة النجوم فی السماء بایها اخذتم اهتديتم واختلاف اصحابی لکم رحمة (الکفایہ ص۴۳)

ایک دوسری مشہور حدیث، کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی ان میں ایک گروہ جنتی ہوگا۔ اور وہ کون ہوگا اس کی نشانی بتائی ما انا علیه واصحابی یعنی جو لوگ میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلیں گے۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ معیار حق ہیں۔ اس طرح کے سینکڑوں احادیث ہیں جو صحابہ کے معیار حق ہونے کو واضح کر رہی ہیں اور آفتاب نصف النہار کی طرح یہ عیاں کر رہی ہیں کہ اگر کوئی گروہ بعد خدا اور رسول مرجع بن سکتا ہے تو صحابہ کا گروہ ہے جو امت کے لئے مقتدا و متبوع بن سکتا ہے کہ جن کی اتباع و اقتدا امت پر لازم ہے۔ رہا مودودی صاحب کی بیجا تنقید تو یہ صریح غلطی ہے اور قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ روایت کرتے ہیں قال

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الله الله فی اصحابی لاتتخذوهم غرضا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن اذاهم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله ومن اذی الله فیوشك ان یاخذه (مشکوٰۃ ص۵۸۴ بروایت ترمذی ص۲۰۹ ج۲)

ذرا الفاظ کو غور سے دیکھئے کہ اگر حضورؐ صرف لاتتخذوهم غرضا من بعدی ہی

فرماتے اور اسکے بعد کچھ بھی نہ کہا ہوتا، پھر بھی تنقید صحابہ نادرست ہونے کیلئے کافی تھا، مگر آپ کی محبت کا واسطہ دیکر شدت کے ساتھ یوں فرمانا کہ جس شخص نے میرے صحابہ سے محبت کی تو اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، گویا آپؐ سے بغض و محبت اور صحابہ سے بغض و محبت میں کوئی فرق نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے۔ آخر میں فیصلہ کن انداز میں فرمادیا کہ جس نے صحابہ کو تکلیف پہونچائی اس نے درحقیقت مجھے تکلیف پہونچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہونچائی اس نے اللہ کو پہونچائی اور جس نے اللہ کو پہونچائی تو قریب ہے کہ اس کو اللہ اپنی گرفت میں لے لے،

ذرا غور فرمائیں کہ اس قدر وعید کے باوجود اگر کوئی شخص صحابہ کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے اور نہ اس سے باز رہے بلکہ ہمیشہ نشانہ پر رکھے اور معیار حق کو تسلیم کرنے اور امت کیلئے صحابہ کو حجت قرار دینے کے بجائے ہمیشہ سب وشتم سے اپنی زبان کو تر رکھے تو اس شخص کا معاملہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کے حوالہ کردے، اللہ رب العزت ان کے متبعین کو ہدایت دے اور ایمان کی دولت سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد اعظم بستوی

ایک مجلس میں تین طلاقوں کا شرعی حکم

طلاق شوہر بیوی کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم رہنے کی ہر امید ختم ہونیکے بعد اختیار کی جانے والی ایک تدبیر ہے جو شریعت کی رو سے سخت مجبوری میں اختیار کی جاتی ہے طلاق کے احکام اور اس کی تفصیلات شریعت میں نہایت وضاحت سے بیان کر دی گئی ہیں جن میں نہ کوئی ابہام و پیچیدگی ہے نہ ترمیم و اضافہ کی کوئی ضرورت یا گنجائش لیکن کچھ عرصہ ہوا اس مسئلہ کے بارے میں ایک مخصوص طبقہ نے اپنے نظریات کا اعلان کیا اور اسلام دشمن پریس نے اسے حقوق نسواں کی آڑ میں خوب اچھالا مگر طلاق کی وہ تفصیلات جو امت کے تمام طبقوں اور ائمہ اربعہ کے یہاں تسلیم شدہ ہیں۔ عورت کے حقوق کی محافظ ہیں نہ کہ ان سے متصادم۔ ان مفصل احکام میں کوئی قابل اعتبار اختلاف بھی نہیں ہے۔ ذیل میں دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ لیا گیا ہے۔

طلاق کب دے؟

طلاق کے بارے میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ اگر زوجین کے درمیان ناچاقی اور اختلاف کی صورت پیدا ہو جائے جس سے آپس میں تناؤ رہنے لگے تو حتی الامکان درگذر اور عفو سے کام چلاؤ بات اگر زیادہ بڑھ جائے تو اپنے عزیز و اقارب کو منصفانہ مشوروں پر کاربند کرو اور اگر صورتحال اس سے بھی تجاوز کر جائے اور حالات بد سے بدتر ہو جائیں تو اب طلاق کا رویہ اپناؤ۔

اقسام طلاق:۔ باعتبار جواز طلاق کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں (۱) طلاق احسن

(۲) طلاق حسن (۳) طلاق بدعت ، طلاق احسن وہ طلاق ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دی جائے اور اس طہر میں مجامعت بھی نہ کی ہو اب طلاق دیکر عورت سے علحدگی اختیار کئے رہے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے تاکہ اگر غور و فکر کے بعد رجوع کرنا چاہے تو اس کی گنجائش باقی رہے۔

طلاق حسن وہ طلاق ہے کہ عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں مجامعت نہ کی ہو اسی طرح تین طہروں میں تین طلاق کے ساتھ بیوی کو طلاق مغلظہ دیکر اپنے سے جدا کر دے ، طلاق بدعت وہ طلاق ہے کہ عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس سے صحبت کی ہو یا بحالت حیض ہی طلاق دیدے یا بیک وقت تین طلاق دیدے۔

بحیثیت وقوع طلاق کی تین قسمیں ہیں

بحیثیت وقوع طلاق ، فقہاء نے اس کی تین قسمیں بیان کی ہیں ۔

(۱) رجعی (۲) بائنہ (۳) مغلظہ ۔ طلاق رجعی اس طلاق کو کہتے ہیں جس کے دینے کے بعد عورت کی عدت گزرنے سے پہلے پہلے عورت سے رجعت کر سکے ، رجعت کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو زبان سے رجعت کے الفاظ کہہ دے یا کوئی ایسا کام کرے جس سے رجعت کا اظہار ہو جائے اور یہ (رجعت) صرف دو طلاق کے اندر اندر کر سکتا ہے لیکن جب تیسری طلاق دے دیگا تو رجعت کی کوئی شکل نہ رہ جائیگی بلکہ اس کے بعد بیوی کو اپنے عقد میں رکھنے کیلئے تجدید نکاح مع حلالہ شرط قرار دیا جائیگا۔

طلاق بائن ایسی طلاق کو کہتے ہیں جس میں عورت کو ایک یا دو طلاق دیجائے اور اس سے عدت کے اندر رجوع بھی نہ کیا ۔ ایسی صورت میں وہ عورت عدت گزرنے کے بعد بائنہ ہو جائے گی اب اگر اس کو اپنے رشتہ میں منسلک رکھنا چاہتا ہے تو بلا حلالہ تجدید نکاح لازم ہوگی ،

طلاق مغلظہ اس طلاق کو کہتے ہیں کہ مرد عورت کو تین طلاق دے دے خواہ ایک

بار میں ہو یا الگ الگ ہو ایک لفظ سے ہو یا الگ الگ الفاظ سے ہو اس صورت میں عورت مرد پر کلی طور پر حرام ہو جائیگی بغیر حلالہ و تجدید نکاح دوبارہ اپنے عقد میں رکھنے کی اجازت نہ ہوگی۔ دلیل انشاء اللہ قریب ہی آرہی ہے۔

آیات قرآنیہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن میں طلاق کی تینوں قسموں کو بیان کر کے ان کے احکام بھی بیان فرما دیئے ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے

الطلاق مرتان فامساک بمعروف طلاق رجعی ہے دو بار تک اسکے بعد رکھ لینا دستور کے موافق یا چھوڑ دینا اچھی طرح سے۔
او تسریح باحسان ،

یہ آیت صراحۃً بتلا رہی ہے کہ طلاق میں رجوع کا حق مردوں کو صرف دو کی تعداد تک ہے، پھر اگر اس عورت کو اپنے پاس رکھنا چاہو تو فامساک بمعروف پر عمل کرو یعنی بھلائی کے ساتھ روک لو اور یہ روکنا صرف دو طلاق میں محدود کر کے بیان کیا کہ رجعت عدت کے اندر اندر ہو اور اگر ایسا نہ کرنا ہو تو تسریح باحسان پر عمل کرو یعنی اگر اس کو روکنا نہیں چاہتے تو اس کو بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو۔

اب مفسرین کرام رحمہم اللہ نے دو تفسیریں کی ہیں (۱) یا تو اس کو تیسری طلاق دیدے بغیر چھوڑ دو اور اس صورت میں عدت گذرنے کے بعد تجدید نکاح کے ذریعہ بغیر حلالہ اس کو عقد میں رکھ سکتا ہے (۲) یا تیسری طلاق دیکر چھوڑ دو اور اس دوسری صورت میں عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی اور عورت حرام ہو جائیگی اب اگر اسکو اپنے عقد میں لانا چاہتا ہے تو تجدید نکاح حلالہ کے ساتھ مزید قرار دیا جائیگا جس کو قرآن معجز نے اپنے الفاظ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ سے کتنی خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ ان کو متنبہ فرما کر ان کے لئے دوبارہ تجدید نکاح مع حلالہ کا جواز بیان کر کے بہت سی آسانیاں بھی فراہم کر دی ہیں۔ فلا جناح علیھما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود اللہ یعنی اگر مرد عورت اپنے کئے پر کف افسوس ملنے لگیں اور میاں بیوی ایک

ساتھ رہ کر زندگی گذارنے کے دوبارہ خواہاں ہوں بشرطیکہ دونوں یہ خیال کریں کہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ تمام حدود یعنی احکام کی محافظت و پاسداری کا لحاظ رکھیں گے تو دوبارہ رشتہ ازدواج میں جڑ سکتے ہیں، اس جگہ قدرے غور کرنیکا مقام ہے ان لوگوں کیلئے جنھوں نے کہا کہ بیک وقت دی گئی تین طلاق تین نہیں بلکہ ایک ہی شمار ہونگی کہ لفظ اُن سے پہلے حرف فا کا اضافہ کیا گیا ہے جو نحوی قاعدہ کے مطابق تعقیب بلا مہلت و تاخیر کیلئے آتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دینے کے بعد تیسری طلاق بھی دیدی تو عورت اس پر حرام ہو جائیگی کیونکہ الطلاق مرتان کے بعد دوسری آیت فان طلقھا فلا تحل لہ میں اسی کو بیان کیا ہے کہ دو طلاق دینے کے بعد اگر کسی نے تیسری طلاق بھی دیدی تو اب اس کیلئے بیوی حرام ہو جائیگی کیونکہ اس آیت میں عموم ہے اسی لئے اس سے وہ تیسری طلاق مراد ہے جو دو کے بعد ہو خواہ بیک وقت کی تین طلاقیں ہوں یا الگ الگ ایک ہی لفظ سے ہو یا تین لفظ سے ہو اب اس جگہ یہ کہنا کہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاق کو بیک وقت دینے سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اس لئے وہ واقع نہیں ہونگی سراسر تاویل بیجا ہے، کیونکہ اگر اس جگہ کسی قسم کی تخصیص ہوتی کہ ایک وقت کی تین طلاقیں تین نہیں بلکہ ایک واقع ہو گی اور اس جگہ مراد الگ الگ وقتوں کی تین طلاقیں مراد ہیں تو ایسی صورت میں لفظ فا لانے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ زیادہ مناسب لفظ ثُمَّ لانا تھا کیونکہ لفظ ثم تراخی پر دلالت کرتا ہے اور اس جگہ یہ اسلوب نہیں اپنایا گیا لہذا اب ہر وہ طلاق مراد ہوگی جو تیسرے نمبر پر ہو اس کی تائید دیگر آیات مثلاً وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن ، لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن ، وللمطلقات متاع بالمعروف وغیرہ سے بھی ہوتی ہے مذکورہ تمام آیتیں اس بات پر صریح ہیں، کہ اگر تین طلاقیں رجوع کرنے سے قبل دی گئی ہوں خواہ بیک وقت ہو یا الگ الگ اوقات میں ہو جب رجعت نہیں کی تو اب اس پر بیوی ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائیگی، کیونکہ ایسی صورت میں آیات قرآنیہ کے مطابق بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان رجلا طلق امرأتہ ثلثا فتزوجت فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول فقال لا حتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول۔ (بخاری ص۷۹۱ ج۲ واللفظ لہ مسلم ص۴۶۳ ج۱)

اس حدیث کے الفاظ پر تھوڑی سی تتبع کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں بھی تین طلاقیں اکٹھا دی جاتی تھیں اور آپ اس کو تین ہی نافذ فرماتے تھے کیونکہ حدیث پاک میں لفظ "ثلث" موجود ہے حافظ ابن حجرؒ عسقلانی اس حدیث کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

"حدیث اپنے ظاہر سے یہ بات واضح کرتی ہے کہ تینوں طلاقیں اکٹھا دی گئی تھیں۔ (فتح الباری ص۳۹۵ ج۹) ۔ اور بعینہ یہی تصریح حافظ جلال الدین عینی نے بھی کی ہے عمدۃ القاری ص۲۵۰ ج۹

اب بتلائیے کہ کونسی شبہ کی بات رہ جاتی ہے کہ جس سے کہا جائے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں بجائے تین ایک ہی واقع ہونگی۔

محمود بن لبید روایت کرتے ہیں اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امراتہ ثلث تطلیقات فقام غضبانا ثم قال یلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھرکم حتی قام رجل وقال یا رسول اللہ الا اقتلہ۔ (نسائی ص۹۹ ج۲ مطبع مکتبہ رحیمیہ)

یہ روایت ایسی ہے کہ اگر اس کے بعد ایک دلیل بھی پیش نہ کیجائے تو اس مسئلہ میں کافی ہوگی کیونکہ یہ حدیث واضح ہے کہ ایک مجلس کی دی گئی تین طلاقیں ایک نہیں بلکہ تین ہی واقع ہونگی کیونکہ اگر ایک طلاق واقع ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضبناک ہونے کا کیا مطلب ہے مزید اس پر ایک صحابی کا قتل کی اجازت طلب کرنا یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ جس سے اس بارے

میں بالکل شک کا شائبہ تک نہیں رہ جاتا کہ تین طلاقیں ایک ہونگی کیونکہ اگر ایک ہوگی تو اس صورت میں کتاب اللہ سے کھیل نہ ہوگا حالانکہ آپ نے فرمایا کہ میرے رہتے ہوئے ابھی سے ہی کتاب اللہ سے کھیل کیا جارہا ہے۔ اگر ایک ہی طلاق واقع ہوتی تو ضرور بالضرور آپؐ یہ فرماتے کہ کوئی بات نہیں تمھاری بیوی اس سے حرام نہیں ہوتی کیونکہ اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوئی ہے اس لئے جاؤ اور اپنی بیوی سے رجوع کرلو۔ مگر آپؐ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ اس پر ناراضگی اور برہمی کا اظہار فرمایا اور یہ اس لئے کہ بیوی اتنی عظیم نعمت ذرا سی دیر میں ایسی بری حرکت صادر کرکے اسکو طلاق مغلظہ دی اس حدیث کے بارے میں خود حافظ ابن القیمؒ نے بیان کیا ہیکہ اس کی سند مسلم کی شرط پر ہے اسنادہ علیٰ شرط مسلم (زاد المعاد ص۵۲ ج۴) اور پوری امت مسلمہ کو معلوم ہیکہ مسلم شریف کتنی مستند کتاب ہے۔ اس کے علاوہ ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک نہیں بلکہ تین نافذ کرکے اس معاملہ میں تمام تر اختلافات کی جڑوں کی بیخ کنی کردی ہے جیسا کہ سہل بن سعد کی روایت (ابو داؤد ص۲۰۶ ج۱ پر) موجود ہے۔

فطلقها ثلث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم
فانفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

اس حدیث سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ آپؐ نے ایک مجلس میں تین طلاق تین نافذ کرکے عورت کو مرد پر حرام ہونیکا فتویٰ دے دیا تھا یہ بات الگ ہے کہ آپؐ نے ناراضگی اور برہمی کا اظہار فرمایا اور ناراضگی کا اظہار فرمانا تو اس لئے تھا کہ یہ خلاف سنت ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تین طلاقیں تین نہیں بلکہ ایک ہوگی۔

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین واقع ہونے کے مسئلے کو حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت نے مزید تقویت پہونچا کر منقح کردیا ہے ان سے روایت ہے کہ انھوں نے بحالت حیض اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی تھی اور اس کے بعد انھوں نے قصد کیا کہ باقی دو طلاقیں بھی بحالت حیض دے کر طلاق مغلظہ سے بیوی کو حرام کردوں چنانچہ اس کی خبر جب آنحضرتؐ کو

ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو اس طرح حکم نہیں دیا کہ تم اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرو بلکہ سنت کے موافق یہ ہوگا کہ جب طہر کا زمانہ آئے تو ہر طہر میں اسکو ایک ایک طلاق دیکر تین طہروں میں طلاق کی حد کو پورا کردو وہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم رجوع کرلو چنانچہ میں نے رجوع کرلیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جب بیوی طہر میں داخل ہوگی تو تمھاری مرضی پر ہے اگر مرضی ہوگی تو روک لینا اور اگر مرضی ہوگی تو چھوڑ دینا پھر حضرت ابن عمرؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں اسکو تین طلاقیں دیدیتا تو کیا وہ میرے لئے حلال رہتی تو آپؐ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں وہ تم پر حرام ہوجاتی (سنن الکبریٰ ص ۳۳۴ ج ۷ دار قطنی ص ۴۳۰ ج ۲ مجمع الزوائد ص ۳۳۶ نصب الرایہ ص ۳۲ ج ۳)

ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ایک ایسے شخص سے متعلق جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق بیک وقت ہی دیدی فرمایا کہ اب وہ عورت مذکور شخص کے لئے حلال نہیں تا آنکہ دوسرے شخص سے حلالہ کرنیکے بعد عقد ثانی کرے۔

عن الرجل یتزوج الامرأۃ فیطلقھا ثلثا فقالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یذوق الاٰخر عسیلتھا ویذوق عسیلتہ۔ (مسلم ص ۴۶۳ ج ۱، سنن الکبریٰ ص ۳۳۴ ج ۷ واللفظ لہ)

اس حدیث میں بھی تین طلاق دینے کے بعد عورت کے حرام ہونیکا حکم صراحت سے موجود ہے اس حدیث سے حلالہ کا بھی ثبوت ملتا ہے جسکی طرف "یذوق عسیلتہ" کا لفظ مشیر ہے اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ حلالہ میں جماع شرط ہے جس کی وضاحت بھی مذکورہ لفظ کررہا ہے۔ اب اتنی ساری واضح اور صریح آیتیں اور احادیث بیان کرنے کے بعد ہم اجماع صحابہ اور اجماع امت کو بیان کئے دیتے ہیں تاکہ ائمہ کے بارے میں بھی کسی کو کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہ جائے۔

اجماع امت

قرآن و حدیث کے بعد شرعی دلائل میں اجماع امت کا نمبر آتا ہے لہٰذا ہم اس کو بھی نقل کئے دیتے ہیں کیونکہ اجماع امت خود ایک ایسی

دلیل ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ ابن الہمام حنفی فرماتے ہیں۔

"وذهب جمع من الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع الثلث" (فتح الباری ص ۳۳۴ ج ۹)۔

اور یہ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کا اس بات پر چودہ سو سال قبل اجماع ہو چکا تھا اور اس پر کسی نے نکیر نہیں کی اور نہ ہی اختلاف رائے کا اظہار کیا۔ اگر خدانخواستہ حضرات صحابہ کرامؓ کے درمیان خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ کسی ایسے مسئلہ پر برہنہ شمشیر اجماع منعقد کرتے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوتو کیا وہ تمام صحابہ جن کا قلب نور ایمانی سے بھرا اور حلاوت ایمانی سے سرشار تھا آنکھ بند کرکے حضرت عمرؓ کی بات پر آمنّا وصدقنا کہہ دیتے کیا کوئی بھی عقل سلیم اس کو قبول کرنے پر تیار ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں ہوسکتی ہے اور جب اس کا جواز نفی میں ہے تو یقیناً تین طلاق کی نفی بھی قرآن وحدیث کی نفی کو مستلزم ہوگی۔ چنانچہ اصولیوں نے ہی آگے فرمایا۔

"لاجماعهم ظاهر فانه لم ينقل عن احد منهم انه خالف عمرؓ حتى امضى الثلث"

اور امام نووی شرح مسلم ص ۴۷۸ ج ۱ میں لکھتے ہیں۔

"وقد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته انت طالق ثلثا فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلث"

اجماع صحابہ کرام خود مستقل ایک حجت ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی [illegible] ان اهل السنة والجماعة على ان اجماع الصحابة حجة [illegible]

اس کے علاوہ منہاج السنۃ ص ۲۵۶ ج ۱ احکام للعلامۃ آمدی ص ۱۳۲ ج ۲ ازالۃ الخفاء ص ۱۱۲ ج ۲ وغیرہ کتابوں میں حضرات صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور یہ تاکید کیوں نہ

ہو جب کہ حضورؐ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" تو کیا نعوذ باللہ وہ لوگ راہِ راست سے ہٹ جائیں گے جو صحابہؓ کے نقش قدم پر چلیں گے اور وہ تمام کے تمام قرآن و حدیث کا مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں اور کیا ائمہ اربعہ نے جو مسئلہ مستنبط کیا سب کے سب قرآن و حدیث کے صحیح منشاء کو نہ سمجھ کر ایک غلط مسئلہ پر اتفاق کر لیا جب کہ حضورؐ نے فرمایا لاتجتمع امتی علی الضلالۃ اور اتبعوا السواد الاعظم کی حدیث بھی اس بات پر صریح حجت ہے کہ یہ حضرات صحیح راست پر چل رہے ہیں۔ مثلاً آپ اس کو ایک عقلی مثال سے سمجھئے کہ ایک شخص نے کسی کو تین روپئے بطور قرض دیئے اور یہ تاکید کر دی کہ تم ان کو الگ الگ تین مہینوں میں ایک ایک روپیہ ایک ایک مہینہ میں ادا کیجئے گا اور اگر تم نے اس کی خلاف ورزی کی تو تم سزا کے مستحق ہو گے کیونکہ ایسی صورت میں میں تم کو سخت سزا دونگا لیکن اتنی تاکید اور دھمکی کے بعد بھی اس شخص نے اس کے قرض کے تین روپئے اکٹھا ادا کر دیئے تو کیا یہ کہا جائیگا کہ اس نے ایک ہی روپیہ ادا کیا کیونکہ میں نے تین مہینے میں تین دفعہ دینے کو کہا تھا، بالکل اسی طرح طلاق کے مسئلے کو سمجھئے کہ اللہ نے مردوں کو تین طلاق کا حق دیا ہے اور یہ تاکید فرما دی ہے کہ اسکو تین دفعہ میں دو لیکن اگر کسی شخص نے جہالت یا نادانی میں بیک وقت تین طلاق دیکر اپنا حق وصول کر لیا تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے، کہ اس کا حق ابھی باقی ہے اور اس نے صرف ایک طلاق دی ہے جب قرض ادا کرنے سے ایک ہی بار میں قرض ادا ہو گیا اور اس کو شرعی مجرم نہیں گردانا گیا تو کیا ایک شخص نے اپنا پایا ہوا تین طلاق کا حق ایک بار میں استعمال کر لے تو کیا اس کے وقوع کا حکم نہیں لگایا جائیگا۔

اعتراف غیر مقلدین

اجماع صحابہ اور اجماع امت کے بارے میں مشہور غیر مقلد حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب (متوفی ۱۳۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کا یہ حکم (تین طلاقیں تین ہی ہونگی) قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے (اخبار اہل حدیث ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء) اور یہی نہیں بلکہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ نے فرمایا کہ مشائخ علم دین

اور ائمہ دین جب کسی مسئلہ پر اجماع کرلیں تو ان کا اجماع واتفاق حجت قاطعہ ہوگا کیونکہ ان کا اجماع ضلالت وگمراہی پر نہیں ہوسکتا اور (الواسطہ ص۴۷ اور رفع الاعلام ص۳۲۶ ج۱) میں لکھتے ہیں کہ اجماع خود ایک بہت بڑی حجت ہے۔

اور حافظ ابن القیم لکھتے ہیں کہ امام ابوالحسن علی بن عبداللہ بن ابراہیم النخعی المشطی رح نے کتاب الوثاق الکبیر تصنیف فرمائی ہے اور اس جیسی کتاب اس بارے میں تصنیف نہیں کی گئی ہے اس کتاب میں موصوف لکھتے ہیں۔

"الجمہور من العلماء علی انہ یلزمہ الثلث وبہ القضاء وعلیہ الفتوی وھو الحق الذی لاشک فیہ (اغاثہ ص۳۲۶ ج۱)

غیر مقلدین کا استدلال باطل

غیر مقلدین جو تین طلاق کو ایک بنانے اور ایک ہی قرار دینے کے درپے ہیں انھوں نے جن احادیث کو اپنے استدلال میں پیش کر کے اپنا مستدل قرار دیا ہے ان کو بھی ذرا سا دیکھ لیں ان کی سب سے مضبوط ترین دلیل جو ان کے یہاں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اس کی سند کی حیثیت کیا ہے کیا وہ ایسی پوزیشن میں ہے جس سے احکام ثابت کئے جا سکتے ہیں جب کہ اس کے خلاف بہت ساری احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہوں اور جو ظاہری قرآن و حدیث کے بھی خلاف ہو،

حضرت ابن عباس رض سے کہا گیا کہ آپ اور خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابو صہبا نے سوال کیا کہ آپ کے اور خلیفہ اول و دوم کے ابتدائی تین سالوں میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں ان حدیثوں کا جواب انھوں نے اثبات میں دیا لہذا معلوم ہوا کہ ایک وقت کی تین طلاقیں ایک ہی ہوگی اور تین طلاقوں کے تین واقع ہونے کا حکم تو حضرت عمر فاروق رض نے اپنی طرف سے اپنے زمانہ خلافت میں جاری کیا۔

جواب = اب آپ حضرات ان کی پیش کردہ اس روایت کا جائزہ لیں ۔

پہلی حدیث کے راوی حضرت طاؤس ہیں اور حضرت طاؤسؒ اس کے روایت کرنے میں تنہا ہیں کیونکہ حضرت ابن عباس کے طاؤس کے علاوہ بھی بہت سے شاگرد ہیں لیکن ان کے علاوہ کسی ایک شاگرد نے بھی اسکو نقل نہیں کیا چنانچہ ملاحظہ ہو قاضی شوکانیؒ امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کرتے ہیں " کل اصحاب ابن عباس رووی عنہ خلاف ماقال طاؤس" (نیل الاوتار ص۲۴۵ ج۲)

اور علامہ ابن البر مالکی فرماتے ہیں "ھذہ الروایۃ وھم وغلط (ابواہر النقی ص۳۳۴ ج۲)

اور محدث ابن حزمؒ مشہور ظاہری ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا کہ آنحضرت ﷺ نے تین طلاقوں کو ایک کہا تھا یا ان کو ایک کی طرف لوٹایا تھا۔ اور نہ یہ ہے کہ آپ کو اس کا علم ہوا اور انھوں نے اس کو برقرار رکھا ہو حجت تو صرف اس سے قائم کی جاتی ہے جو نبیؐ نے فرمایا ہو یا از خود کیا ہو یا آپ کو اس کا علم ہوا ہو اور آپ نے سکوت فرمایا ہو ایسی کوئی چیز اس روایت میں نہیں ملتی (محلی ص۲۰۶ ج۱۰)

چنانچہ ان اقوال کی روشنی میں پتہ چلا کہ یہ سرے سے حجت ہی نہیں بن سکتی کیونکہ یہ حدیث مرفوع ہی نہ رہی اور امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں اضطراب ہے (فتح الباری ص۹) امام ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کلام ہے ۔

اور دوسری روایت جس میں ابو الصہبا نے سوال کیا ہے اس کا بھی جائزہ لیجئے کہ یہ روایت کیسی ہے اور کتنی وزنی ہے ۔ حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس کی تخریج صرف اس لئے نہیں کی کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی جملہ روایتیں اس کے خلاف ہیں (محصلہ سنن الکبریٰ ص۳۳۴ ج۷) اس سے پتہ چلتا ہے کہ خود حضرت ابن عباس کا بعد میں یہ مسلک نہیں تھا جو غیر مقلدین حضرات بیان کرتے ہیں ۔ کیونکہ حضرت ابن عباس کا اگر یہی مسلک ہوتا تو وہ اس کے خلاف کیوں فتویٰ صادر کرتے ، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ کبھی کبھی ایک صحابی کو ایک

حدیث تھوڑی دیر یا کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد میں پہونچتی تھی جو پہلے روایت کردہ حدیث کے خلاف ہوتی تھی مگر جب ان کو اس کا علم ہوتا تو اس سے رجوع کر لیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں یہی مسئلہ پیش آیا ہوگا۔ اور اگر چلو بفرض و محال تھوڑی دیر کے لئے اسکو مان بھی لیں تو بھی اس کو دلیل میں پیش کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں اس کا تمام دیگر روایات صحیحہ سے تعارض لازم آئیگا جسکو ائمہ اربعہ اور جمہور اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں اور وہ حدیثیں اس کے مقابلہ میں قرآن اور دیگر احادیث نبویہ سے زیادہ قربت بھی رکھتی ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر ایک حدیث ظاہر قرآن اور دیگر نصوص کے خلاف ہو اور دوسری موافق تو خلاف والی حدیث کو چھوڑ کر موافقت والی حدیث کو لیا جائیگا اور اسی کو راجح اور قابل احتجاج گردانا جائے گا۔ (کتاب الاعتبار ص۱۲)

اور دوسرے اس وجہ سے بھی یہ حدیث قابل استدلال نہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس جگہ محرم اور مبیح کا تعارض ہو جائے تو اس جگہ محرم کو ترجیح دی جائے گی۔ (کتاب الاعتبار ص۲۱) اور جمہور اس حدیث کو اپنا مستدل قرار دیتے ہیں جس میں حرمت ہے یعنی طلاق سے عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے اس کے بالمقابل مخالفین اس حدیث کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ جس سے عورت حرام نہیں ہوتی بلکہ مباح رہتی ہے لہذا اس تفصیل سے جمہور کی حدیث محرم اور مخالفین کی حدیث مباح ہوگی چنانچہ قاعدہ کے مطابق محرم کو ترجیح دیجائیگی۔

دوسرا استدلال باطل

جو ان کے نزدیک نہایت مضبوط اور اہم ترین استدلال سمجھا جاتا ہے مگر جمہور کے نزدیک ریت کے گھروندے سے زیادہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ حضرت رکانہؓ کی حدیث ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے رکانہ تم رجوع کر لو اس پر انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے تو اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے لیکن جاؤ تم رجوع کر لو اب مخالفین اس سے دلیل پکڑتے ہوئے بڑے زور کے لہجے سے

لگاتے ہیں کہ اگر تین طلاق ایک نہ ہوتی تو آپ کیوں رجوع کا حکم فرماتے ۔

جواب اس حدیث سے تین طلاق کے وقوع پر استدلال درست نہیں کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی بعض ابن ابی رافع موجود ہیں جو مجہول ہیں۔ اور جن کے بارے میں شارح مسلم امام نووی (مسلم ص۴۷۸ ج۱ پر) لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں مجہول راوی ہے اور علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ بعض ابن ابی رافع مجہول ہیں اور ایسی حدیث جس میں مجہول راوی ہوں استدلال کے لائق نہیں ہو سکتی (محلی ص۱۶۴ ج۱۰) نیز امام ذہبی لکھتے ہیں کہ امام بخاری اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں اور امام ابن معین لیس بشیٔ اور امام ابو حاتم اسکو ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث جدا کہا ہے۔ اور امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔

اور امام ذہبی فرماتے ہیں کہ محدثین اس کی تضعیف کرتے ہیں کیونکہ وہ نہایت ضعیف اور کمزور راوی ہے (میزان ص۹۷ ج۴، تہذیب التہذیب ص۳۲۱ ج۹) یہی نہیں بلکہ محدث ابن عدی نے اسکو کوفہ کے شیعوں میں شمار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ یہی تھا (تہذیب التہذیب ص۳۲۱ ج۹) اور اس کا بہترین اور نہایت عمدہ جواب یہ بھی ہے کہ حضرت رکانہ کی ایک دوسری حدیث جو دوسرے طرق سے مروی ہے اور صحیح حدیث ہے اس میں طلاق ثلث کا لفظ مروی نہیں ہے بلکہ "البتۃ" کا لفظ مذکور ہے جسکی تخریج امام ابو داؤد نے کی ہے۔

"ان رکانۃ طلق امرأتہ فردھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصح لانھم ولد الرجل واھلہ اعلم بہ ان رکانۃ انما طلق امرأتہ البتۃ فجعلھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

اب یہ حدیث اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیتی ہے کہ طلاق ایک ہی ہوتی تھی۔ کیونکہ اس میں البتۃ کا لفظ مذکور ہے اور البتہ کا لفظ ایک پر بھی بولا جاتا تھا۔ جیسا کہ امام نووی نے (مسلم ص۴۷۸ ج۱ پر) تصریح کی ہے لہذا اب اس بات پر مصر رہنا کہ تین طلاقیں ایک ہوتی تھی

ضد اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ۔ اس لئے کہ جب ایک طلاق کی تصریح آگئی تو تین ہی کو مراد لینا درست نہیں ہے ۔ اور مزید صراحت امام ابوداؤد نے بھی کی ہے کہ "البتہ" والی حدیث زیادہ صحیح ہے بمقابلہ حدیث ابن جریج ۔ کیونکہ اس میں ان کے گھر والے راوی ہیں اور گھر والے بمقابلہ دوسروں کے گھر اور گھر والوں کی حالت سے زیادہ واقف ہونگے کیونکہ ان کو صحیح طور پر معلوم ہوگا کہ البتہ سے کیا مراد تھی ۔

ان تمام دلائل و شواہد کی روشنی میں میری سمجھ سے قارئین کو یہ جواب تسلی بخش مل جائے گا کہ کس کی بات وزنی اور زیادہ درست ہے اور یہ کہ مخالفین کی سینہ زاد باتوں کی اصلیت کیا ہے آیا ان کے دلائل و براہین معیار پر اترتے ہیں یا نہیں ۔ ہماری اس تحریر کا مطلب کسی ذات یا فرقہ کو نشانہ بنانا مقصود نہیں ہے اور نہ ہی کسی شخصیت پر کیچڑ اچھالنا مقصود ہے بلکہ ہماری گفتگو تو صرف ان کے بیجان و بے وقعت اور بے سر و پا دلائل سے متعلق ہے جو کچھ لوگوں نے ائمہ اربعہ اور جمہور محدثین و فقہاء عظام کے خلاف پیش کرنیکی سعی لاحاصل کی ہے ۔ اور یہ افترا پردازی اور تہمت سازی کی ہے کہ یہ ان کے گھر کی ایجاد کردہ ہیں لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ محض اجتہاد و قیاس پر مبنی نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث کے عین مطابق اور اس سے ماخوذ ہے دعا ہے کہ پروردگار عالم تمام اہل اسلام کو قائم رکھے ۔ آمین ۔

واللہ اعلم بالصواب

تراویح بیس ۲۰ رکعت یا آٹھ ۸؟

محمد دلاور حسین بنگلہ دیشی

آج جب کہ مسلمانوں کی اکثریت دین سے دور ہے، صوم وصلوٰۃ سے غافل ہے، سنت نبوی سے اجنبی ہے، جدت پسندی، عیش پرستی مقصد زندگی بن چکی ہے، ادھر اپنوں میں یہ غفلت دوسری طرف غیروں کی بے حد وحساب محنت صرف اس بات پر کہ مسلمان تعلیمات اسلام سے دور ہو جائے ایسے نازک دور میں یہ کہنا کہ ۲۰ رکعت تراویح بدعت ہے اس طرح نے مسلمانوں کو ماہ مبارک کے مبارک عبادت سے دور کرنا اور ایک سنت کو بلا دلیل بدعت کہنا صرف نفس پرستی کی وجہ سے کتنی بڑی جرأت کی بات ہے، بلاشبہ ۲۰ رکعت تراویح سنت رسول اللہ ﷺ سنت صحابہ سنت عامۃ المسلمین ہے۔

دلائل

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ الحدیث، اخرجہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ والبغوی فی معجمہ والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی سننہ بحوالہ التعلیق الحسن ص ۵۲۰ ج ۲

ترجمہ:۔ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

(۲) عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطابؓ

حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں

امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة رواه ابوبکر ابن ابی شیبة (آثار السنن ص۵۵)

کو بیس رکعت یعنی تراویح پڑھائیں۔

(۳) عن ابن شکل وکان من اصحاب علیؓ انه کان یؤمهم فی رمضان بعشرین رکعة والوتر بثلث۔ (بیهقی ص۴۹۶ ج۲)

حضرت علی کے شاگرد ابن شکل سے مروی ہے کہ حضرت علی بیس رکعت رمضان میں پڑھاتے تھے اور وتر تین رکعت۔

اور بھی بے شمار صحابہ کرام سے بیس رکعت تراویح مروی ہے ایک بھی صحابی سے آٹھ رکعت تراویح نہیں دکھا سکتے۔ چنانچہ ابن حجر مکیؒ شارح بخاری شریف فرماتے ہیں

اجمعت الصحابة رضی الله عنهم اجمعین علی ان التراویح عشرون رکعة۔

ترجمہ:۔ تمام صحابہ کا اجماع ہے بیس رکعت تراویح پر۔

اجماع ائمہ

ائمہ اربعہ کا بھی اس پر اجماع ہے کہ تراویح آٹھ رکعت نہیں، بیس رکعت ہے البتہ امام مالکؒ سے ۳۶ رکعت کا ایک قول ہے، مگر آٹھ رکعت کا کوئی قول نہیں۔

(۱) المسنون عند ابی حنیفه والشافعی واحمد عشرون رکعة وحکی عن مالك ان التراویح ست وثلاثون رکعة (رحمۃ الامۃ ص۲۳)

ترجمہ:۔ امام ابوحنیفہ و شافعی و احمد کے نزدیک تراویح بیس رکعت مسنون ہے اور امام مالک سے مروی ہے کہ چھتیس رکعت ہے۔

(۲) فاختار مالك فی احد قولیه وابوحنیفة والشافعی واحمد وداؤد القیام بعشرین رکعة سوی الوتر۔ (بدایۃ المجتہد ص۲۰۱ ج۱)

امام مالک ایک قول میں اور امام ابوحنیفہ و امام شافعی و امام احمد و داؤد وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح کے قائل ہیں۔

(۳) امام شافعیؒ فرماتے ہیں

هکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة۔ (باب قیام شہر رمضان ترمذی ص۹۹)

میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا ہے۔

خود اہلحدیث کے علماء سے بیس ۲۰ رکعت تراویح کا ثبوت

(۱) پس منع از بست وزیادہ چیز سانیست الخ (العرف الجادی صفحہ ۸۴)

پس منع کرنا بیس رکعت تراویح یا زیادہ سے کوئی چیز نہیں ہے

(۲) نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں

"پس آنچہ بزیادت عالم بسنت ہم باشد الخ (ہدایۃ المسائل صفحہ ۱۳۸)

آٹھ سے زیادہ تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے۔

سواد اعظم کا عمل

دور صحابہ سے آج تک تقریباً ساری امت کا عمل بیس رکعت تراویح پر رہا ہے چنانچہ آج بھی پوری دنیا کے مسلمان اور حرمین شریفین میں بیس رکعت تراویح ہی پڑھی جاتی ہے سوائے بعض غیر مقلدین حضرات کے چنانچہ ترمذی شریف باب قیام شہر رمضان میں اس طرح فرماتے ہیں۔

واکثر اھل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ	اور اکثر اہل علم اسی بات کے قائل ہیں جو حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما و دیگر صحابہ سے مروی ہے کہ تراویح بیس ۲۰ رکعت ہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم صفحہ نمبر ۳۵۵ میں بیس رکعت تراویح کے بارے ہے

ھو قول جمھور العلماء بہ قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقھاء و ھو الصحیح۔	بیس رکعت تراویح ہی جمہور علماء کا قول ہے یہی کوفیون اور امام شافعی اور اکثر فقہاء کا قول ہے۔

عقل کی نظر میں

تراویح جمع ہے ترویحۃ کی۔ ترویحہ ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر کے بیٹھ کر راحت کرنیکو کہتے ہیں اب تراویح جمع ہے اور جمع کا اقل فرد تین ہے تو کم از کم تین ترویحہ سے تراویح کا وجود ہوگا اور ایک ترویحہ چار رکعت کا تو تین ۱۲ رکعت

کے ہونگے ۔ لہذا اسم تراویح خود دلیل ہوئی کہ آٹھ رکعت نہیں کم از کم تو بارہ ہے ہی ورنہ تراویح کہنا ہی صحیح نہیں اور بارہ کے کوئی بھی قائل نہیں لہذا بلاشبہ ۲۰ رکعات ہی ہیں ۔

ان تمام دلائل سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ بیس رکعت تراویح پر صحابہ کا اجماع ائمہ کرام کا اجماع ہے اور حرمین شریفین اور پوری امت کا عمل ہے اور آٹھ رکعت تراویح سنت رسول کے خلاف سنت صحابہ کے خلاف سنت علماء مجتہدین کے خلاف عامۃ المسلمین کے خلاف ہے ۔

غیر مقلدین کی طرف سے اعتراض

بیس رکعت تراویح والی روایت ضعیف ہے سند میں ابوشیبہ ضعیف راوی ہے اور اس کے بالمقابل حضرت عائشہ رضؓ کی صحیح روایت ہے کہ صلوٰۃ اللیل رمضان غیر رمضان سب میں آٹھ رکعت ہی حضور پڑھتے تھے ۔

جواب

آپ کی دونوں بات صحیح کہ بیس رکعت والی روایت کی سند میں ابوشیبہ ضعیف راوی ہے اور حضرت عائشہ کی روایت آٹھ رکعت والی صحیح سند سے مروی ہے مگر دونوں روایت ایک باب کی نہیں کہ آپ تقابل کرتے ہیں حضرت عائشہ رضؓ کی روایت تو تہجد کے بارے میں ہے چنانچہ روایت میں صراحت ہے کہ رمضان غیر رمضان ہمیشہ آٹھ رکعت کا معمول تھا اور تراویح تو صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے اگر آپ صلوٰۃ اللیل سے تراویح مراد لیتے ہیں تو عشاء بعد کی سنت و نفل مغرب بعد کی نفل یہ بھی تو صلوٰۃ اللیل ہے اسکو بھی اس میں شامل کیجئے ۔ حضرت صدیقہ رضؓ تو صرف تہجد کی نماز کے متعلق بتائی ہیں لہذا حضرت عائشہ کی روایت اس باب یعنی تراویح کے بارے میں ہے ہی نہیں ، بات رہی تراویح والی روایت ضعیف ہے تو گرچہ ضعیف ہے مگر تمام صحابہ نے جب اس روایت کو تسلیم کیا اور سبھوں کا اجماع ہوگیا اور اسوقت سے آج تک پوری امت کا عمل چلا آرہا ہے پھر اگر بعد میں اگر کوئی ضعیف راوی سند میں داخل ہوگیا

تو کیا حرج ہے جب باب میں کوئی صحیح روایت نہ ہو تو ضعیف روایت ہی دلیل بنے گی اور دراصل جو چیز پوری امت میں مشہور ہو جاتی ہے اور سبھوں کا اس پر عمل ہو جاتا ہے پھر اس کی روایت کو نہیں دیکھا جاتا کہ کس درجہ کی ہے چنانچہ کلمہ اسلام "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" یہ پورا کلمہ کیلئے یہی کلمہ اسلام ہے کوئی صحیح روایت تو کیا ضعیف روایت بھی نہیں لا سکتے کہ یہی کلمہ اسلام ہے چونکہ یہ تو بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہی کلمہ اسلام ہے پھر صحیح روایت کی کیا ضرورت ؟

اور بھائی سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حضرت عمر جیسی شخصیت کا فعل اور تمام صحابہ کا سکوت یہ بلا کسی روایت کے اور حضور کے عمل کے کیسے ہو سکتا ہے ؛ حضرت عمر رض کو تو ایک بچہ بھی خلاف سنت پر ٹوکنے کا مجاز تھا پھر بھی اکابر صحابہ کے موجود رہنے کے باوجود کوئی کچھ نہیں بولے یہ صریح دلیل ہے کہ حضور سے ثابت ہے تفصیل کیلئے بڑی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں ۔

تقلید کا ثبوت

مسلم انور، رین گاؤں، بانکا
شریک دورۂ حدیث شریف
دارالعلوم دیوبند

اسلام ایک سرمدی اور ابدی مذہب ہے اس کی دعوت عام اور پیغام عالمگیر ہے اسلام وہ شجر طیبہ ہے جس کی اصل بھی صالح ہے اور شاخیں بھی صالح، جس کے پھول خوشبو دار بھی ہیں اور بے خار بھی۔ جس کے پھل میٹھے بھی ہیں اور جاں بخش بھی۔ جس کی ہوا لطیف بھی ہے اور روح پرور بھی۔

یہاں وہ علم ہے جو انسانی سیرت کی بہترین تشکیل کرتا ہے یہاں وہ روحانیت ہے جو سکون قلب اور جمعیت خاطر کا سرچشمہ ہے۔ یہاں اخلاق اور قانون کے وہ بلند قواعد ہیں جو انسانی فطرت کے علم پر مبنی ہیں۔ اور خواہشات نفس کی اتباع میں بدل نہیں سکتے۔ مگر جو فضیلت و برتری کے جس درجہ اور جس مقام پر فائز ہوتا ہے اس کے حاسدین بھی اتنے ہی ہوتے ہیں۔ اور اسی برق رفتاری سے اسکو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس پر افسوس نہیں کہ فلاں فلاں کا دشمن ہے مگر افسوس اس پر ہے کہ

ع۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اصل بات شروع کرنے سے پہلے میں ذرا آپ کو تمہیدی طور پر کچھ باتیں بتلانا چاہتا ہوں جو مقصد کے سمجھنے میں بلاشبہ مفید تر ہوگی۔

شرعی دلائل چار ہیں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس یعنی ان چار چیزوں سے ثابت شدہ احکام حکم شرع اور صحیح دین شمار کئے جائیں گے۔ قرآن حکیم بلاشبہ قطعی الثبوت ہے اس کے ایک ایک حرف پر ایمان لانا فرض عین ہے اور

ایک نقطہ کا بھی انکار بدترین کفر ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ دیگر تین چیزیں چونکہ اس درجہ کی نہیں ہیں اس لئے بعض لوگوں نے ظاہری آیات کا سہارا لیا اور احادیث رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور اجماع امت وغیرہ کو نظر انداز کر دیا، نتیجۃً مختلف گمراہ فرقے برابر رنگ بدل کر سامنے آتے رہے اور اسلام کے لہلہاتے چمن کو ویران کرنے کی ناپاک کوششیں اور اسلام کے حسین قلعوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دینے کی سعی لاحاصل کرتے رہے اور اسلام کے صاف وشفاف آئینہ کو مکدر کرنا چاہا اور دشمنان اسلام شیدائیان اسلام کو ہمیشہ نیچا دکھانے کی کوشش کی۔ مگر

مجھے پستیوں کا گلہ نہیں کہ ملی ہے اس سے بلندیاں
میرے حق میں دونوں مفید ہیں کہ نشیب ہی سے فراز ہے

کچھ مدعیان اسلام بھی سامنے آئے اور ان خواہش کے بندوں نے کھلے لفظوں میں شرعی دلائل کا انکار کیا کسی نے اپنے آپ کو اہل قرآن کہہ کر ایسی باتوں کا انکار کیا جو عین ایمان ہے اور اس کا انکار ضلالہ۔ گمراہی ہے جسے دنیا منکرین حدیث کے نام سے جانتی ہے کسی نے اپنے کو اہل حدیث کے حسین لفظوں سے سجاتے ہوئے شریعت کی قانونی پابندی سے آزادی حاصل کرلی۔ اور نہایت صاف لفظوں میں کہا کہ ہم اہل حدیث ہیں ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ حدیث رسول ہمیں جس بات کا حکم دیتی ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ بظاہر ان حضرات کی یہ بات اور یہ دعویٰ نہایت حسین ہے اور مسلمانوں کے دل کو اپیل کرتی ہے۔ مگر انھوں نے اپنے اس دعویٰ کے پس پردہ اتباع ہوا کا تاج محل تعمیر کر رکھا ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کو راہ راست سے ہٹا کر ضلالت کی عمیق غار میں یہ کہہ کر ڈال رہے ہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں ہم کسی امام کی تقلید وپیروی جائز نہیں سمجھتے اور اقوال رسول کے ہوتے ہوئے کسی مجتہد کے قول کو ترجیح نہیں دیتے۔ چنانچہ ان حضرات کا فقہائے اربعہ کے متبعین پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حضرات فرمان رسول کو پس پشت ڈال کر مجتہدین کے اقوال کو سر

آنکھوں پر رکھتے ہیں اور اسی پر عمل کو باعث نجات سمجھتے ہیں۔ خصوصاً حنفیہ پر بیجا الزام ہے کہ فرمان نبوی اور قول رسول کی توہین کرتے ہیں۔ اور ان حضرات نے علم حدیث سے ناواقف لوگوں کے سامنے چند وہ فروعی مسائل پیش کئے جو بظاہر حدیث کے خلاف ہیں اور لوگوں کو احناف سے متنفر کرنے کیلئے آسمان کو سر پر اٹھا رکھا ہے۔ اور وہ جزئی مسائل تقابل کے ساتھ پیش کئے کہ دیکھو! حدیث یہ کہتی ہے اور فقہ احناف میں اس کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ باتیں روایت و درایت سے نابلد لوگوں کیلئے گمراہی کا سبب بن سکتی ہیں اور بنی ہوئی ہیں۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب ہم آپ کے ذہن کو اصل مطلوب کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں اور سب سے پہلے تقلید کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

تقلید کے لغوی معنی

تقلید باب تفعیل کا مصدر ہے مادہ قلادہ ہے یہ جب انسان کے گلے میں تو ہار کہلاتا ہے اور حیوان کے گلے میں ہو تو پٹہ کہتے ہیں حدیث میں ہے

ان عائشۃ استعارت من اسماء قلادۃ، (بخاری ص۴۸۰ ج ۱)

حضرت عائشہ نے اسماء سے ہار مانگا تھا۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

انسلت قلادۃ لی من عنقی فوقعت (مسند احمد ص۲۷۲ ج ۶)

میرا ہار گردن سے سرک کر نیچے گر پڑا۔

مشہور امام لغت علامہ قرشی فرماتے ہیں۔

تقلید در گردن افگندن حمیل وغیر آن کسے (صراح ص۱۴۳)

تقلید کے معنی کسی کے گلے میں ہار وغیرہ ڈالنا۔

نیز لغت کی مشہور کتاب "مصباح اللغات" طرز پر ہے قلدہ فی کذا اس نے اس کی فلاں بات میں بغیر غور و فکر کے پیروی کی۔ اس لغوی معنی میں مقلد نے اپنے امام کے علم و تقویٰ پر اعتماد

کرتے ہوئے اس کے قول کو اپنے گلے کا ہار بنایا ہے۔

الغرض جب قلادہ انسان کیلئے بولا جائے تو اس سے ہار مراد ہوتا ہے اور جب حیوان کے لئے بولا جائے تو اس سے گلے کا پٹہ مراد ہوتا ہے۔

تقلید کے اصطلاحی معنی

التقلید اتباع الانسان غیرہ فیما یقول اویفعل معتقدا للحقیقۃ من غیر نظر الی الدلیل کان ھذا المتبع جعل قول الغیر او فعلہ قلادۃ فی عنقہ من غیر مطالبۃ دلیل۔ (کشاف اصطلاحات ص۱۱۷)

تقلید کا معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے کے قول یا فعل میں محض حسن عقیدت سے اسکی اتباع کرے اسکو حق سمجھتے ہوئے دلیل کا ملاحظہ کئے بغیر گویا اس اتباع کرنیوالے نے غیر کے قول یا اس کے فعل کو بغیر دلیل کے مطالبہ کے اپنے گلے کا ہار بنالیا ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں تقلید کے معنی ہی اتباع غیر بلا طلب دلیل بیان کئے گئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی باشرع عالم کی پیروی کرنا بلا طلب دلیل تقلید کہلاتا ہے۔

تقلید کا تعلق کن احکام سے

مسائل تین قسم کے ہیں، اول وہ جن میں نصوص متعارض ہیں، دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں ہگرچند معنوں کو محتمل ہوں گو بعض معنی قریب اور بعض بعید معلوم ہوتے ہوں۔ سوم وہ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی ہو سکتے ہوں۔ پس قسم اول میں رفع تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہوگی۔ قسم ثانی ظنی الدلالۃ کہلاتی ہے۔ اس میں معنی واحد کی تعیین کیلئے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہوگی۔ اور قسم ثالث قطعی الدلالۃ ہے اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں نہ کسی کی تقلید کو۔

اب سمجھئے کہ تقلید کا تعلق پہلی اور دوسری قسم کے احکام سے ہے اور انہیں مسائل میں تقلید کی جائیگی۔ لہذا یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ فقہاء اربعہ اور خصوصاً حنفیہ پر

یہ الزام غلط ہے کہ یہ حضرات حدیث کے خلاف کرتے ہیں۔ جبکہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے

انہ کان یقول ماجاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلی الراس والعین بابی ھو وامی لیس لنا مخالفتہ وماجاء عن اصحابہ نخیرنا وماجاء عن غیرھم فنحن رجال وھم رجال (میزان الکبریٰ ص ۱)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ سر آنکھوں پر۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لئے مخالفت بالکل جائز نہیں اور جو آپ کے صحابہ سے منقول ہے تو اسکو بھی ہم اختیار کرتے ہیں اور جو ان کے علاوہ دوسرے لوگوں سے مروی ہے تو وہ بھی انسان ہیں ہم بھی انسان ہیں۔

تقلید کا ثبوت آیت قرآنی سے

قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (نساء پ ۵)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے آپ میں سے اولوالامر کی اطاعت کرو۔

آیت مذکورہ میں اولوالامر سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد حکام مسلمین ہیں لیکن عبداللہ بن عباس حضرت مجاہد، عطاء بن السائب اور حضرت حسن بصری اور دوسرے بہت سے مفسرین سے منقول ہے کہ اولوالامر سے مراد فقہاء ہیں۔ اور امام رازی نے اسی تفسیر کو متعدد دلائل کے ذریعہ ترجیح دیتے ہوئے فرمایا۔

"اس آیت میں لفظ "اولوالامر" سے علماء کو مراد لینا اولیٰ ہے۔" (تفسیر کبیر ص ۴۳۳ ج ۳)

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (الانبیاء پ ۱۷)

اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔

اس آیت میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جو لوگ علم وفن سے ناآشنا ہوں انھیں چاہیئے کہ اس علم وفن کے ماہرین سے دریافت کریں اور اس پر عمل کریں۔ اور یہی چیز تقلید کہلاتی ہے۔

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون، (التوبہ)

کیوں نہ نکل پڑا ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ تاکہ یہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کریں تاکہ لوٹنے کے بعد اپنی قوم کو ہوشیار کریں شاید کہ وہ لوگ بچیں۔

اس آیت کریمہ میں صاف طور پر یہ ہدایت کی گئی ہے کہ مسلمانوں کے تمام افراد کو جہاد میں مشغول نہ ہونا چاہیئے، بلکہ کچھ لوگ ایسے بھی رہیں جو شب و روز تفقہ دین کی سمجھ حاصل کرنے میں لگے رہیں اور حصول علم کو اوڑھنا بچھونا بنالیں تاکہ یہ جماعت ان لوگوں کو احکام شریعت بتائے جو لوگ علم حاصل کرنیکے لئے اپنا وقت فارغ نہ کرسکے۔

لہذا اس آیت نے ان حضرات کو جو حصول علم میں لگے ہوئے ہیں یہ لازم کیا کہ وہ علم دین سے بے خبر لوگوں کو حکم شریعت سے واقف کریں اور دوسرے حضرات پر لازم کیا کہ وہ بتائے ہوئے احکام پر عمل کریں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ رہیں۔

تقلید کا ثبوت احادیث رسول سے

نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین، (مشکوٰۃ کتاب العلم صہ ۲۸)

ہر آنے والی نسل کے ثقہ لوگ اس علم دین کے حامل ہونگے جو اس سے غلو کرنیوالوں کی تحریف کو باطل پرستوں کے جھوٹے دعووں کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔

حدیث میں جاہلوں کی تاویلات کی مذمت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان تاویلات باطلہ کی تردید علماء کا فریضہ ہے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن وسنت کے علوم میں مجتہدانہ بصیرت اور علمی شان نہیں رکھتے انھیں قرآن وسنت کی تاویل نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ قرآن وسنت کی صحیح مراد اور اصل مفہوم سمجھنے کیلئے اہل علم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اسی کا نام تو تقلید ہے۔

من افتی بغیر علم کان اثمہ علیٰ
من افتاہ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم صہ ۳۵)

اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی کے فتوے پر دلیل کا مطالبہ کئے بغیر عمل جائز نہ ہوتا تو پھر سارا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہی کیوں ہوتا۔ بلکہ فتویٰ معلوم کرنے والے پر بھی ہوتا کہ انھوں نے تحقیق کیوں نہیں کی۔ اور بلا طلب دلیل اس پر عامل کیوں کر ہوا۔ مگر حدیث مذکور میں مستفتی کیلئے وعید ثابت نہیں معلوم ہوا کہ عوام الناس کو محض پوچھ لینا اور اس پر عمل کر لینا کافی ہے اور یہ عین تقلید ہے۔

ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ لوگ نماز میں دیر سے آنے لگے، تو حضور اکرم علیہ السلام نے انہیں جلدی آنیکی تاکید فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا

ایتموا بی ولیاتم بکم من بعدکم۔ (بخاری صہ ۹۹ ج ۱)

تم مجھے دیکھ کر میری اتباع کرو اور تمہارے بعد آنیوالے لوگ تمہاری پیروی کریں گے۔

عن حذیفۃ الیمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکر وعمر۔ (ابن ماجہ باب فضل ابی بکر رضا)

مجھے نہیں معلوم کہ کتنا عرصہ میں تم میں رہوں گا تم میرے بعد دو شخصوں کی اقتداء کرنا۔ ابو بکر اور عمر کی۔

صحابی رسول سے تقلید کی تعلیم۔

عن ابن عباس قال خطب عمر بن الخطاب الناس بالجابیۃ وقال یا ایھا الناس من اراد ان یسئل عن القران فلیات ابی بن کعب ومن اراد ان یسئل عن الفرائض فلیات

ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! جو شخص قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہو وہ ابی بن کعب کے پاس جائے اور جو میراث کے احکام کے بارے میں

زید بن ثابت ومن اراد ان یسئل عن الفقه فلیات معاذ بن جبل ومن اراد ان یسئل عن المال فلیاتنی فان اللّٰہ جعلنی لہ والیا وقاسما ۔

(مجمع الزوائد ص۱۳۵ ج ۱)

کچھ پوچھنا چاہے وہ زید بن ثابت کے پاس جائے اور جو شخص فقہ کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے اور جو شخص مال کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ میرے پاس آجائے کیونکہ اللہ نے مجھے اس کا والی اور تقسیم کنندہ بنایا ہے ۔

اس خطبہ میں عمر فاروق نے لوگوں کو عام طور پر یہ ہدایت دی کہ تفسیر و فرائض اور فقہ کے بارے میں ان ممتاز علماء سے رجوع کر کے ان سے معلومات حاصل کریں ۔ اور اسی کا نام تقلید ہے

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ایک بہن ، بیٹی اور پوتی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ بیٹی اور بہن کے درمیان ترکہ نصف نصف تقسیم ہوگا اور پوتی محروم رہے گی اور فرمایا کہ ابن مسعود کے پاس جاؤ اور ان سے بھی مسئلہ دریافت کرو ۔ چنانچہ سائل ابن مسعود کے پاس آئے اور احوال واقعی سناتے ہوئے حضرت ابو موسیٰ اشعری کا فتویٰ بھی نقل کیا اس پر عبد اللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ اگر میں بھی وہی فیصلہ دوں جو ابو موسیٰ نے دیا ہے تو میں گمراہ ہو جاؤنگا لقد ضللت اذا وما انا من المهتدين میں تو وہ فیصلہ دونگا اور وہ مسئلہ بتاؤنگا جو رسول خدا بتایا کرتے تھے بیٹی کو آدھا ، پوتی کو چھٹا ، دو تہائی پورا کرتے ہوئے اور جو باقی بچے وہ بہن کیلئے ہے ۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم پھر ابو موسیٰ اشعری کے پاس آئے اور ہم نے ابن مسعود کا فتویٰ سنایا تو ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا کہ جب تک تم میں یہ عالم (ابن مسعود) موجود ہیں انہی سے مسئلہ دریافت کیا کرو ۔ (بخاری ص۹۹۲ ج ۲)

ابو موسیٰ خود جلیل القدر صحابی اور بڑے عالم ہیں اس کے باوجود انھوں نے فرمایا کہ جب تک متبحر عالم موجود ہیں انہیں سے سوال کرو ، یہ تقلید کی عین تعلیم ہے ۔ ذخیرہ احادیث میں اس طرح کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں ۔ یہ مختصر سا مقالہ اس طویل بحث کا متحمل نہیں ہے ۔

کیا امام ابو حنیفہ رح کی تقلید ضروری ہے ؟

ماقبل میں بیان کردہ احادیث رسول اور آثار صحابہ نے واضح کر دیا کہ تقلید ضروری ہے

مگر اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا امام ابوحنیفہؒ کی تقلید ضروری ہے یا ائمہ اربعہ میں سے یا ان کے علاوہ اور بھی جو مجتہد ہیں ان کی تقلید کر سکتے ہیں۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ جتنے مجتہدین حضرات تھے ان میں سے کسی کا فقہ مدون ہو کر لوگوں کے سامنے نہیں آسکا۔ تقریباً سب ضائع ہو گئے۔ لہٰذا فقہ اربعہ کے علاوہ دیگر فقہوں پر عمل کرنا تو ناممکن ہے۔ اب رہے فقہاء اربعہ۔ تو جاننا چاہیئے کہ ان میں سے امام ابوحنیفہؒ ہی کی تقلید کی کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے۔ اور نہ ہی حنفیہ اس بات کو منوانے کے درپے ہیں جیسا کہ غیر مقلدوں کا خیال باطل ہے۔ اگر وہ شخص ایسی جگہ ہے جہاں مذہب حنفی ہی شائع ہے تب تو اس کے لئے یہی امر مرجح ہے اور اگر وہ ایسے مقام پر ہے جہاں چند مذاہب شائع ہیں تو اسکے لئے مذہب حنفی کی ترجیح کا دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ وہ علی التساوی مختار ہے جس مذہب کو اس کا دل قبول کرے اس کو اختیار کرے۔ مگر پھر اسی کا پابند رہے اور یہی تقلید شخصی ہے۔ البتہ اگر کسی ایک مذہب متعین کا مقلد ایسی جگہ پہونچے جہاں اس مذہب کا کوئی عالم نہیں اور یہ شخص خود بھی عالم نہیں اور اس کو کوئی مسئلہ پیش آئے تو چونکہ یہاں اپنے مذہب پر عمل ممکن نہیں اور نہ دوسرے کے مذہب پر عمل کرنے میں کوئی خرابی لازم ہے۔ ایسے شخص کو جائز بلکہ لازم ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے جو مذہب وہاں شائع ہو علماء سے دریافت کر کے اسی پر عمل کرے ایسے آدمی کیلئے بعذر مذکور مذہب سابق کی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہیں گے۔

ترک تقلید کا فساد

یہ بات کسی اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ اگر فی زمانہ تقلید شخصی واجب قرار نہ دی جائے تو تین صورتیں پیش آئیں گی۔ ایک یہ کہ بعضے اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس کرنا شروع کریں گے۔ اور احادیث جواز اجتہاد کو پیش کریں گے کہ اس میں اجتہاد کو کسی جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا ہم بھی پڑھے لکھے ہیں، مشکوٰۃ کا ترجمہ ہم نے بھی دیکھا ہے یا کسی عالم سے سنا ہے۔

پھر ہمارا اجتہاد کیوں معتبر نہیں ہے اور اس سے شریعت میں کیسی کیسی تحریف لازم آئیگی ظاہر ہے

دوسری صورت یہ ہے کہ اجتہاد کو مطلقاً ناجائز سمجھ کر نہ خود اجتہاد کریں گے اور نہ ہی کسی کے اجتہاد پر عمل کریں گے۔ صرف ظاہر حدیث پر عمل کریں گے سو اس میں ایک خرابی تو یہ ہوگی کہ جو احکام نصوص صریحہ میں مسکوت عنہ ہیں اس میں اپنے غیر کے اجتہاد پر تو عمل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اجتہاد کو جائز نہیں سمجھتا اور صراحۃً حکم منصوص نہیں ہے اسلئے اب بجز اس کے کچھ نہیں کریں گے کہ ترک عمل کر کے تعطل کو اختیار کریں گے۔

دوسری خرابی یہ ہوگی بعض احادیث کے ظاہری معنی پر عمل کریں گے جس سے خلاف اجماع لازم آئیگا جیسے حدیث ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظھر والعصر جمیعًا والمغرب والعشاء جمیعا من غیر خوف ولا سفر (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ)	حضورؐ نے نماز پڑھی ظہر اور عصر ایک ساتھ جمع کر کے اور مغرب و عشاء ایک ساتھ جمع کر کے بدون خوف کے اور بدون سفر کے۔

حالانکہ بلا عذر حقیقۃً جمع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں جیسا کہ ظاہر حدیث سے مفہوم ہوتا ہے بلکہ حدیث مذکور میں صورۃً جمع کرنا مراد ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ نہ خود اجتہاد کریں اور نہ ہر جگہ ظاہر حدیث پر عمل کریں بلکہ مسائل مشکلہ میں ائمہ کی بلا تعیین تقلید کریں۔ کبھی ایک مجتہد کے فیصلہ پر عمل کر لیا کبھی دوسرے کے فتوے کو لے لیا سو اس میں بعض حالتوں میں اجماع کی مخالفت لازم آئیگی۔ مثلاً ایک شخص نے وضو کیا پھر اسے خون نکل آیا جس سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور کہا کہ میں امام شافعی کا فتویٰ لیتا ہوں کہ ان کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اس کے بعد عورت کو ہاتھ لگایا جس سے امام شافعی کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اب کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کا فتویٰ لیتا ہوں اور ابوحنیفہ رح کے نزدیک مس مرأۃ (عورت کو چھونا) ناقض وضو نہیں ہے اب وہ شخص بلا تجدید وضو نماز پڑھ لیتا ہے چونکہ اس شخص کا وضو بالاجماع ٹوٹ چکا ہے

گو سبب مختلف ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خون نکلنے سے ٹوٹتا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کو ہاتھ لگانے سے اسلئے سب کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوئی اس طرز عمل کو تلفیق بین المذاہب کہتے ہیں جو بالاتفاق ناجائز ہے۔ اس لئے سب کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوئی انسان کا نفس مسائل مختلفہ میں اسی قول کو لیگا جو اس کی خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اس میں دنیوی غرض حاصل ہوتی ہو اب وہ اُسے دین سمجھ کر نہیں لے گا بلکہ خاص غرض یہ ہوگی کہ میرا مطلب نکلے تو یہ شخص ہمیشہ خواہش نفس کا پابند بنا رہے گا خواہش نفس کو دین کے تابع نہ کرے گا۔ اس طرح دین قانون سماوی نہ رہکر عام انسانوں کا کھلونا، اور خواہش نفسانی کی تکمیل کا سامان ہو جائیگا۔ جب کہ اطاعت خداوندی اور متابعت رسول کا نام دین اور اسلام ہے آپ کا ارشاد ہے لایؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (الحدیث)

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ کی توفیق بخشے اور ہمیں علم و عمل کی اوج ثریا پر پہونچائے آمین۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ

اللھم ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

(آمین)

"وما توفیقی الا باللہ"

قادیانیت پر ایک نظر

محمد ادریس
ہزاروی بہاغوی

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ یہ اعلان صریح ہے اس بات کا کہ مذہب اسلام کامل و مکمل اور اللہ کا پسندیدہ و محبوب مذہب و شریعت ہے۔ اور اللہ نے اپنا دین اور اپنی شریعت آخری اور مکمل شکل میں بصورت اسلام نازل کر دیا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ۔ یہ آیت واضح اطلاع ہے اس بات کی کہ مذہب اسلام جو اپنے کامل و مکمل اور کافی وافی ہونے کی وجہ سے اب کسی تغیر و تبدل اور حذف و اضافہ کا محتاج نہیں ہے اسے محفوظ رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے خود ذمہ لے لیا ہے۔

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۔ یہ آیت ہمیں حکمت خداوندی کا یہ اٹل فیصلہ سنا رہی ہے کہ اب کوئی نبی نہیں بھیجا جائیگا۔ سلسلۂ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا۔ اور اب صرف نبوت محمدی کا پرچم لہراتا رہے گا۔

ان آیات سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو گئی کہ مذہب اسلام کامل و مکمل اور محفوظ و غیر مبدل ہے اور تا قیامت اپنی حالت پر رہے گا۔ اور یہ کہ محمدؐ آخری نبی ہیں اب کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجا جائیگا اسلئے تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی و رسول نہیں آئیگا۔ یہ عقیدہ تمام مسلمانوں کے ایمان کا جز ہے۔ اب اگر کوئی اپنے مسلمان ہونے کا مدعی ہوتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے تو بلا شک و شبہ وہ صف اسلام سے خارج ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا کہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

(مسلم)

اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا سیکون فی امتی ثلثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ترمذی ص۴۵ ج۲، مسلم) اس فرمان کے ذریعہ امت کو ہوشیار کر دیا کہ ہمیں کذابوں کے فریب میں نہ آجانا میرے بعد بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت اٹھیں گے اور سب کے سب جاہ وحشمت کے طالب دغاباز اور مکار ہونگے۔ تمام مدعیان نبوت اپنی نبوت کے ذریعہ تمہیں گمراہ کرنے اور سرداری کے حصول کیلئے فریب کاری سے کام لیں گے۔

کل ملۃ کاملۃ تحارب الباطل وفق کمالھا، یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے تمام ملل سابقہ باطل کے ساتھ نبرد آزما رہے ہیں۔ جو ملت جتنی کامل و مکمل تھی اسکی باطل کے ساتھ اتنی ہی کشمکش جاری رہی ہیں اسی کلیہ کے تحت اسلام جو سابقہ تمام ادیان میں سب سے کامل و مکمل ہے باطل کے ساتھ سب سے زیادہ برسرپیکار رہنا پڑا ہے۔ اسلام کو ہمیشہ داخلی و خارجی فتنوں سے نمٹنا پڑا ہے۔ ان فتنوں میں بعض فتنے اتنے بڑے اور منظم طریقہ پر تھے کہ اسلام نے اس کی وجہ سے کچھ دھچکا محسوس کیا اور اسکی بنا پر کافی متاثر ہوا۔ لیکن چونکہ اسلام دائمی مذہب ہے اسلئے وہ فتنے اس کا کچھ بگاڑ نہ سکے اور بگولہ کی طرح آئے اور چلے گئے۔ مثلاً مسیلمہ کذاب کا فتنہ۔ کہ مسیلمہ کذاب نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے ایک جم غفیر اپنے اردگرد جمع کر لیا جس کی تعداد چالیس ہزار سے بھی زائد تھی۔ لیکن وہ اسلامی دور اور صحابہ کرام رضؓ کا زمانہ تھا تمام صحابہ کرام حضرت ابوبکرؓ کی سرپرستی میں اور حضرت خالد سیف اللہؓ کی سرگردگی میں اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے نکل پڑے اور اس فتنہ کا قلع قمع کر کے اسکو فرو کر دیا۔ اور جس میں تقریباً بارہ ہزار صحابہ کرام رضؓ شہید ہوئے۔ اس کے بعد ہر زمانہ میں مدعیان نبوت پیدا ہوئے لیکن شیدائیان اسلام نے اسے شکست سے دوچار کیا۔

اسی طرح چودھویں صدی ہجری میں فتنہ قادیانیت نے اپنا سر ابھارا جس کا بانی قصبہ قادیان کا ایک شخص مرزا غلام احمد تھا جس نے مہدویت، مسیحیت اور نبوت کے جھوٹے دعوے کئے اور حکومت برطانیہ کی شہ پاکر ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی اور بہت حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی لیکن علماء حق نے سنت صدیقی پر عمل پیرا ہو کر اس فتنہ کا تعاقب کیا اور

کی بھرپور تردید فرما کر اس کی تکفیر کا فتویٰ دیا اور اسے مباہلوں اور مناظروں کے ذریعہ شکست فاش دی ۔

مرزا غلام احمد نے بتدریج بہت سارے دعوے کئے ۔ کبھی اس نے اپنے آپ کو بیت اللہ مجدد اور مامور بتلایا اور پھر ایک اور چھلانگ لگا کر اپنے آدم ، مریم ، اور احمد ہونے کا دعویٰ کیا ۔ اور پھر مسیح ، مثیل مسیح ، مہدی ، امام زماں اور ظل نبی ہونے کا مدعی بن بیٹھا ۔ اور اس پر بھی اس کی طبیعت کو سکون میسر نہ ہوا تو حکومت برطانیہ کی شہ پاکر مستقل صاحب شریعت نبی اور رسول کا دعویٰ کر بیٹھا ۔ ایک مومن جو قرآن و حدیث پر ایمان رکھتا ہو اسے اس سلسلے میں ذرا بھی شبہ نہ ہوگا کہ یہ نبوت سراسر جھوٹی فریب اور دغا ہے اور اسکے لئے اس جھوٹی نبوت کا وجود غیر معمولی واقعہ نہیں ہوگا ۔ اسلئے کہ نبی کریم ؐ نے ایسی نبوتوں کی پیش خبری فرما کر امت کو ہوشیار کر دیا ہے اور اگر یہ واقعہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے تو اس اعتبار سے کہ اس جھوٹی نبوت کا وجود حضور ؐ کیلئے معجزہ اور آپ ؐ کی نبوت کی صداقت کی دلیل ہے اسلئے کہ حضور ؐ کی پیش خبری اور پیشین گوئی صرف بحرف صادق آئی ، لہذا ایک مومن کا ایمان ان واقعات کے وجود پذیر ہونے کی بناء پر اور زیادہ مستحکم ہو جاتا ہے ۔

لیکن یہ واقعات ایک دوسرا پہلو بھی لئے ہوئے ہیں وہ یہ کہ قرآن و حدیث سے ناواقف لوگوں اور کمزور ایمان اشخاص کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں ۔ اور لوگ دھوکہ اور ناواقفیت میں ان کا شکار بن جاتے ہیں اسلئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ان جھوٹے مدعیان نبوت کی اطلاع عوام کو دیجائے انہیں سمجھا کر سیدھی راہ دکھائی جائے آگے راہ ہدایت پر لے آنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے من یضلل اللہ فلا ھادی لہ ۔

ایسا شخص جو قادیانی نبی کی نام نہاد صداقت کیلئے کسی سہل اور آسان راستہ کا متلاشی ہو اسے چار اصولی باتیں سامنے رکھ کر مرزا کی نبوت پرکھنی چاہیئے یہ چاروں اصول مسلمات پر مبنی ہیں جن سے اختلاف رائے نہیں ہو سکتا ۔ پہلی اصولی بات یہ ہے کہ ہر نبی تمام

نبیوں کا احترام کرتا ہے اور لوگوں کو ان کے احترام کی ترغیب دیتا ہے اور کسی نبی کی عیب جوئی اور برائی بیان نہیں کرتا اس لئے کہ ہر نبی اللہ کا فرستادہ پیغامبر اور خصوصی نمائندہ ہوتا ہے۔

لیکن جب ہم مرزا غلام احمد کو دیکھتے ہیں تو وہ روح اللہ حضرت عیسیٰؑ کی شان مبارک میں نہایت ہی گستاخانہ اور غیر شریفانہ باتیں کہتا اور لکھتا نظر آتا ہے۔ حوالہ کے طور پر اس کی صرف ایک عبارت درج ہے۔

"مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ کے دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اسکے جسم کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اسکی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام "حصور" رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے"

مرزا نے اس عبارت میں اپنی گندہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے! اور حضرت عیسیٰؑ پر متعدد تہمتیں رکھی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ شراب پیتے تھے، دوسرے یہ کہ فاحشہ عورت کی کمائی کے مال سے اپنے سر پر عطر ملواتے تھے اور ہاتھوں اور بالوں سے اپنا جسم چھواتے تھے۔ اور بے تعلق جوان عورت سے خدمت لیا کرتے تھے ایسا بد طینت شخص نبوت کے مقام بلند پر فائز تو کیا ہوتا ایک ادنیٰ شریف آدمی بھی نہیں کہلا سکتا۔

دوسری اصولی بات یہ ہے کہ نبی کوئی ایسی پیشین گوئی کرے جسے وہ اپنی صداقت و حقانیت کا مدار ٹھہرائے اور کہے کہ اگر یہ پیشین گوئی صادق نہ آئی تو میں جھوٹا ہوں، تو اللہ ایسی پیشین گوئی پورا نہ کر کے نبی کو ذلیل اور خود اپنے نبی کو لوگوں کی نگاہ میں جھوٹا ثابت نہیں کرتا ہے بلکہ اس پیشین گوئی کو پورا فرما کر اپنے نبی کی صداقت و حقانیت لوگوں پر عیاں کر دیتا ہے

اس اصول پر بھی مرزا صاحب پورا نہیں اترتے اسلئے کہ مرزا صاحب نے کتنی ہی پیشین گوئیاں کر کے انہیں اپنی نبوت کی صداقت کا مدار ٹھہرایا اور علی الاعلان یہ بات بھی کہہ دی کہ اگر پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو میں ایسا اور ویسا ہوں، لیکن خدا کی مشیت کہ ایک بھی پیشین گوئی پوری نہ ہوئی۔ مرزا نے عبداللہ آتھم کی موت سے متعلق پیش خبری دی اور پیش خبری کے عدم وقوع کی صورت میں کہا کہ میں جھوٹا ہو جاؤنگا۔ اور ایسے ہی محمدی بیگم سے شادی سے متعلق پیشین کی۔ اور اس نے اسے اپنی صداقت اور کاذبیت کا قضیہ بنایا۔ لیکن اس کا یہ حربہ بھی ناسود رہا اور اسے ذلیل و رسوا ہونا پڑا۔

تیسری اصولی بات یہ ہے کہ نبی کبھی بھولے سے اپنے کو سچ منوانے کیلئے جھوٹ نہیں بولتا۔

اس تیسرے اصول کے آئینے میں جب مرزا صاحب کی صورت نظر آتی ہے تو اس اصول کے برعکس دکھائی دیتا ہے۔ ایک نبی کیلئے اس کا سچا ہونا ضروری ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے نبی کیلئے جھوٹا ہونا شرط ہے۔ مرزا غلام احمد اول نمبر کا جھوٹا، بعض لوگوں نے کذبات مرزا.. کے عنوان سے کتاب بھی شائع کر دی ہے۔ شائقین رجوع کرلیں۔

چوتھی اصولی بات یہ ہے کہ نبی اپنے زمانہ کی کسی ایسی حکومت کی تعریف و توصیف بیان نہیں کرتا جو حکومت فساد فی الارض کا باعث، اور کفر و الحاد کو پھیلانے والی ہو، بلکہ نبی ایسی حکومت کے خلاف خروج کرتا ہے۔ لیکن ہم مرزا غلام احمد کو دیکھتے ہیں کہ حکومت برطانیہ جو مسلمانوں کی سیاسی پستی کا باعث اور کفر و الحاد کی مبلغ ہے اسکی مدح سرائی میں اس قدر محو نظر آتے ہیں کہ اپنی بقاء زندگی بھی اسی کی مرہون منت مانتے ہیں۔ مرزا صاحب نے حکومت برطانیہ کی سرپرستی میں اس قدر گھٹیا کردار ادا کیا ہے کہ ایک عامی آدمی بھی اتنا گرا ہوا کام نہیں کرسکتا۔ مرزا غلام احمد جو مدعی نبوت ہیں وہ اس حکومت کے خلاف خروج تو کیا کرتے اسے

ہی اپنا محسن اور مالک کل بنا دیا ہے ایک مدعی نبوت کا حال،

یہ چار اصول قادیانیت پر غور کرنیکا سیدھا راستہ ہیں (ماخوذ از قادیانیت پر غور کرنیکا سیدھا راستہ)

جس کے ذریعہ اس بات کا صاف پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی لاتقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی کا مصداق ہے۔ اور درحقیقت وہ حکومت برطانیہ کا ایک اہم ایجنٹ تھا اس کا سیرتی پہلو نہایت گرد آلود اور بدبودار ہے۔ وہ ایک گھٹیا ذہنیت کا مالک، غلامی کردار کا حامل اور ایک بازاری شخص ہے۔ وہ خود اپنے متبعین کی لکھی ہوئی سوانح حیات کے آئینے میں ایک بدکردار، جھوٹا، دغاباز، عاشق مزاج اور پست ذہنیت کا آدمی دکھائی دیتا ہے۔ وہ دنیا کمانے کا نہایت حریص اور لالچی اور مذہبی سرداری کا طامع تھا۔ اس نے انگریز افسران کے دفتر میں اپنی ملازمت کے دوران انگریزی افسران سے روابط بڑھانا شروع کیں۔ اور عیسائی پادریوں کے پاس اس کی آمد و رفت شروع ہوگئی۔ اسی دوران خفیہ انٹلی جنس کا عیسائی افسر بھی مرزا غلام احمد سے ملا۔ اور اس نے مرزا غلام احمد کو مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنیکی راہ سجھائی اور جاہ و حشمت کا لالچ دیا اور پھر وہ ملازمت ترک کر کے گھر آ بیٹھا اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ جس میں اس نے اپنے آپ کو مذہبی پیشوا کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس نے اولاً براہین احمدیہ کے نام سے کتاب لکھنی شروع کی اور اس کا موضوع صداقت اسلام رہا اور اپنی حیثیت نمایاں کرنے کیلئے اس نے جگہ جگہ جھوٹے الہامات درج کر دیئے گویا وہ اپنے ملہم من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا رہا اور بتدریج اس کے دعوے ترقی کرتے گئے جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔

گویا جب مرزا غلام احمد کو جاہ و حشمت اور ریاست و سرداری کی طلب ہوئی تو وہ انگریز افسران اور پادریوں سے ملا، اور حکومت برطانیہ نے اسے اپنا منظور نظر بنالیا۔ اور اسے حکومت برطانیہ کی شہ مل گئی تو وہ پھولے نہیں سمایا اور اس پر اسلام کا سودا کرنیکا خمار چھا گیا۔

اور اسلام کی بیخ کنی میں اپنے تمام وسائل کے ساتھ مصروف ہوگیا۔ اور تدریجاً اپنی حیثیت بڑھاتا رہا۔ پھر طرہ یہ ہوا کہ جب وہ اسلام کی بیخ کنی میں مشغول تھا اس پر مالی خولیا مراق جیسی خطرناک بیماری آن پڑی جس کا اثر ہی یہ ہے کہ وہ اپنے شکار کو ساتویں آسمان پر پہونچا دیتا ہے اور اس مرض کا شکار مریض ایسی ایسی باتیں کہتا ہے جو بعید از عقل ہوتی ہے لہذا اس کا اثر ظاہر ہوا۔

مرزا نبی تو کیا ہوتا وہ تو دراصل جاہ و حشمت کا حریص، حکومت برطانیہ کا ایجنٹ اور مالیخولیا مراق جیسی خطرناک بیماری کا شکار تھا۔ اور یہی تمام چیزیں اسکی ہر حرکات و سکنات کی محرک تھیں۔

لیکن خدا بھلا کرے اسکے متبعین کا۔ اور انھیں سیدھی راہ دکھائے۔ پتہ نہیں وہ مرزا کی حقیقت سے واقف ہیں یا ناواقف۔ سچ ہے

"ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ"

انوکھی معلومات

سلیم الدین بانکوی

یہ سن کر آپ تعجب کریں گے کہ، جناب حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیلمہ کذاب سے لیکر مسیلمۂ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی تک کئی لوگ مدعی نبوت، الوہیت، مسیحیت، مہدویت، اور مظہریت کے دعاوی کرنیوالے گزرے ہیں اور اس سے زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہیکہ خود قادیانی کے جھوٹے مدعی نبوت کے امتیوں میں چودہ ۱۴ عدد مدعیان نبوت و مہدویت ظاہر ہوئے تمام مدعیوں کے نام، ملک، سن اور دعوی کی تفصیلات ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔ غلام احمد قادیانی نے کل ۲۰۲ دعوے کئے ہیں ان میں خدائی کا بھی ہے، نبی اور رسول کا بھی، مسیح کا بھی اور کئی حضرات کے اوتار ہونیکا بھی اسلئے غلام احمد قادیانی کا نام الوہیت، نبوت، مہدویت، مسیحیت اور مظہریت وغیرہ سب میں آئیگا

نمبر شمار	اسمار	ملک شہر و	سنہ	نمبر شمار	اسمار	ملک شہر و	سنہ
	مدعیان الوہیت			۴	ابو عبداللہ بن شباش	صمیر	۳۲۵ھ
۱	بابک حرامی	بغداد	۲۰۰ھ	۵	ابوالحسن علی عنبر شمیم	بغداد	۴۸۰ھ
۲	مسکون بن ناطق	قاہرہ	۴۲۶ھ	۶	رشید الدین ابوالخیر سنان	شام	۶۵۷ھ
۳	الحاکم فاطمی خلیفہ	؍	۴۱۰ھ	۷	مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان	چودھویں صدی ہجری

مُدّعیانِ نبُوّت و رسالت

۱	اسود بن کعب	مدینہ منورہ	۲ھ	۴	صاف بن صیاد	یمامہ	۱۰ھ
۲	طلیحہ بن خویلد اسدی	یمن	۶ھ	۵	سجاح بنت حارث	الجزیرہ	۱۲ھ
۳	مسیلمہ بن کبیر	خیبر	۸ھ	۶	مختار بن ابوعبیدہ ثقفی	کوفہ	۶۷ھ

نمبر شمار	اسماء	ملک شہر و	سنہ
۷	بنان بن سمعان تمیمی	کوفہ	۹۶ھ
۸	ابو منصور عجلی	〃	۱۲۰ھ
۹	مغیرہ بن سعید عجلی	〃	۱۲۹ھ
۱۰	صالح بن طریف	اندلس	۱۳۰ھ
۱۱	محمد بن فضلاس الخطاب	کوفہ	۱۳۴ھ
۱۲	اسحٰق اخرس	مراکش	۱۳۵ھ
۱۳	حکیم مقنع	بغداد	۱۳۸ھ
۱۴	استاذ سیس	ایران	۱۵۲ھ
۱۵	ابو عیسیٰ بن یعقوب	اصفہان	۲۱۸ھ
۱۶	علی بن محمد بن عبد الرحیم	بحرین	۲۳۹ھ
۱۷	یہود بن ابان	〃	۲۶۰ھ
۱۸	ابو العباس	قاہرہ	۲۹۸ھ
۱۹	حمزہ زوزنی	مصر	۴۱۱ھ
۲۰	بہا فرید بن فاہ قزوین	نیشاپور	۴۴۴ھ
۲۱	حسین بن حمران	عراق	۴۸۳ھ
۲۲	محمود بن گیلانی	〃	۶۰۰ھ

نمبر شمار	اسماء	ملک شہر و	سنہ
۲۳	قطب الدین احمد	افریقہ	۶۵۵ھ
۲۴	احمد بن ہلال	دمشق	۷۰۰ھ
۲۵	بایزید عبد اللہ انصاری	ہندوستان	۹۷۱ھ
۲۶	مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان ہند	۱۸۹۱ء
۲۷	چراغ دین	کشمیر جموں	۱۹۰۳ء
۲۸	عبد اللہ تیماپوری	حیدر آباد	۱۹۰۳ء
۲۹	عبد اللہ پٹواوی	چیچہ وطنی	۱۹۰۷ء
۳۰	احمد سعید قادیانی	سمیڑیال	۱۹۱۷ء
۳۱	احمد نور سرمہ فروش	قادیان	۱۹۱۸ء
۳۲	یحییٰ عین اللہ	بہار	۱۹۲۰ء
۳۳	خواجہ اسماعیل	لندن	۱۹۳۰ء
۳۴	ٹوتھی عرف کارڈ پوعلی	لاطینی امریکہ	۱۹۲۶ء
۳۵	محمد دمروا	نائجیریا	۱۹۸۱ء
۳۶	محمد علی	فارپور شیخوپورہ	۱۹۸۳ء
۳۷	غلام فرید	اکشکہ ہزارہ	۱۹۸۳ء

مُدّعیانِ مسیحیّت

نمبر شمار	اسماء	ملک شہر و	سنہ
۱	حرب بن عبد اللہ	بغداد	۱۳۸ھ
۲	ابو جعفر محمد بن علی شلعلغی	قاہرہ	۳۰۰ھ

نمبر شمار	اسماء	ملک شہر و	سنہ
۳	عبد اللہ بن احمد زکرویہ	مصر	۳۰۱ھ
۴	قاوطی	سوڈان	۳۱۶ھ

نمبر شمار	اسماء	ملک و شہر	سنہ
۱	احمد بن کیان	افغانستان	۳۱۶ھ
۲	ابو محمد ہاشم	افریقہ	۳۱۳ھ
۳	تخیت (عورت)	〃	۳۱۸ھ
۴	جوع (عورت)	〃	۳۲۲ھ
۵	اصغر ابن ابوالحسن تغلبی	حران	۴۴۹ھ
۶	جان محمد فرہی	سندھ	۸۸۶ھ
۷	شیخ محمد فرہی	سندھ	۸۹۵ھ
۸	سباتائی (سبوی)	ترکی	۱۶۶۷ء
۹	میر محمد حسین شہدی	ایران	۱۱۸۷ھ
۱۰	مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان	۱۸۹۱ء
۱۱	فضل احمد چنگا	راولپنڈی پاکستان	۱۹۲۴ء

مُدّعیانِ مہدویّت

نمبر شمار	اسماء	ملک و شہر	سنہ
۱	عبداللہ مہدی	افریقہ	۲۹۶ھ
۲	محمد بن تومرت	مراکش	۵۱۰ھ
۳	محمد ابن عبداللہ عاصد	قاہرہ	〃
۴	سید محمد جونپوری	جونپور	۸۴۰ھ
۵	احمد عبداللہ عباسی	مراکش	۹۷۰ھ
۶	میر محمد نور بخش	گجرات	۹۸۰ھ
۷	احمد بن علی محیرتی	یمن	۱۰۴۰ھ
۸	محمد بن عاصم ازبک	کردستان	۱۰۷۰ھ
۹	محمد بن عبداللہ	ترکی	۱۰۷۵ھ
۱۰	محمد احمد سوڈانی	سوڈان	۱۸۸۰ء
۱۱	مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان	۱۴ ویں صدی
۱۲	عبداللطیف گن چوری	گجرات	۱۹۱۰ء
۱۳	عامی جاہ محمد	امریکہ	۱۹۹۲ء
۱۴	شارت احمد	مالیرکوٹلہ (سیالکوٹ)	۱۹۷۷ء
۱۵	بشیر احمد	خیرپور (سندھ)	۱۹۸۴ء

مُدّعیانِ مظہریّت

نمبر شمار	اسماء	شہر و ملک	سنہ	
۱	علی محمد باب	ایران	۱۲۴۰ھ	مامور من اللہ

نمبر شمار	اسماء	شہر و ملک	سنہ	
۲	قرۃ العین (عورت	ایران	۱۲۵۰ھ	مظہر فاطمہ
۳	صبح ازل	〃	〃	مامور من اللہ
۴	بہاء اللہ	〃	۱۲۷۰ھ	〃
۵	ملا محمد بارفروشی	〃	۱۲۷۲ھ	〃
۶	مومن شاہ بخاری	〃	۱۲۸۰ھ	من مظہر اللہ
۷	منشی ظہیر الدین اروپی	گوجرانوالہ	۱۹۰۶ء	مامور من اللہ
۸	بنی بخش قادیانی	معراجکے	۱۹۱۱ء	〃
۹	صدیق دیندار	حیدرآباد	۱۹۱۰ھ	چن بشو بشور
۱۰	مرزا غلام	قادیان		مامور من اللہ، مظہر خدا، مظہر انبیاء، مظہر حضرت علیؓ حضرت امام حسینؓ امام حسنؓ۔

اور یہاں تک کہ کرشن کا اوتار وغیرہ ۱۲ دعوے چودہویں ہجری میں یکے بعد دیگرے کئے جس سے یہ بات کھل کر سمجھ میں آتی ہے کہ غلام احمد قادیانی کی حالت گرگٹ کی طرح ہے جو ہر طرح رنگ بدلتا نظر آتا ہے۔

"اللّٰھم احفظنا من کل بلاءِ الدنیا"۔

اسلامی تعدّدِ ازدواج پر اعتراض کیوں؟

ضیاءُ الحق ضیاء مدھوبنی

حامداً ومصلّیاً امابعدُ:

باری جل شانہٗ نے اس نیلی گگن کے نیچے اور سینہ گیتی کے اوپر لاکھوں اپنے معصوم پاکیزہ بندے، انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا سبھوں نے آن کر خلق خدا کو خوف خدا کی دعوت دی، انہیں رشد وہدایت، بطلان وضلالت سے باخبر کیا اور تہذیب وتمدن کا صحیح آئینہ دکھایا۔ سماج ومعاشرہ میں مدنی الطبع زندگی کے لطف وتلمّی کا نمونہ پیش کیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ ان انبیاء کرام کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں وہ بھی اس بنا پر کہ ان کی شریعتوں کا وجود محض شریعت محمدی کی تمہید تھی۔ جب اسلام آیا تو اس نے حوائج انسانیہ کے ہر ہر شعبہ پر گہری نظر ڈالی اور نہایت انوکھے ڈھنگ سے مسائل پیچیدہ کو حل کر دیا کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ تشنۂ وضوح نہ رہا، مذہب اسلام نے عبادت وریاضت کا طریقہ بھی بتایا سیادت وقیادت کا ڈھنگ بھی بتایا، سیاحت ولطافت کا راستہ بھی بتایا، تجارت وزراعت کا گُر بھی سکھایا، تہذیب وتمدن کا نمونہ بھی پیش کیا، صلہ رحمی وحسن اخلاق کا راز بھی بتایا وہیں پہ نظام عالم کو ارتقاء کی راہ پر لانے کی خاطر معاشرت ومعیشت کا خاص نکتہ بھی بتایا، انھیں اس بات کی بھی تعلیم دی کہ کسی انسان کا مقام کس جگہ کیسا

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس دعا میں اسلام کو ہدف تنقید بنانا غلط ہے کیونکہ اس کائنات کی آغاز سے لیکر تا ہنوز ہمیں یہ شہادت ملتی ہے کہ کوئی قوم کوئی نسل کوئی کلچر کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں قانون تعدد کم وبیش نہ رہا ہو۔

ہونا چاہیئے اور انھیں مواقع کی نزاکتوں کا پورا پورا خیال کرتے ہوئے کون سا حربہ اپنانا چاہیے کہ جس سے نہ خود اس کی زندگی سرگردانی میں بسر ہو نہ کسی کا چین چھینا جائے۔ اور معاشرہ کی ترقی و ترقی اور نسل و خاندان کے اضافہ کی شکل کیا اختیار کیا جائے جس سے اس انسان کے کسی امور دینیہ یا دنیویہ میں رخنہ نہ پڑتا ہو۔

الغرض اسلام کا یہ احسان تمام بنی نوع انسان پر ہے کہ انہیں زندگی کے ہر گوشوں میں جینے کی نہ صرف تعلیم سے بلکہ بلکہ میدان تربیت میں عملی مثالوں کے ذریعہ مزین آراستہ و پیراستہ بھی کیا اور انھیں علی الاعلان یہ کہہ دیا گیا کہ اگر اس سے ایک قدم بھی افراط و تفریط کی کوشش کی تو خود کو دنیا میں ہی عذاب جہنم کا مکبوحت شمار کرلو۔ مثلاً عبادت میں انکساری، سیادت و قیادت میں عدل و انصاف، تجارت و زراعت میں راست گوئی، تہذیب و تمدن میں حلم و اخلاق جو کہ ایک کسوٹی ہے اس سے انحراف باعث خسران ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح اسلام نے گھریلو زندگی کہ رہن سہن سے مکمل آگاہ کردیا۔ کہ اگر جینے کی خاطر ایک بیوی سے تمھارا کام نہ چلتا ہو تو دوسری تیسری یہاں تک کہ چوتھی بھی اپنے نکاح میں رکھنے کی اجازت ہوگی۔ لیکن مطلق نہیں اس کے لئے چند شرائط ہونگے۔ اگر ان شرائط کے پابند ہیں تو پھر قانون شریعت آپ پر کسی طرح کا ہاتھ نہ ڈالے گا اور اگر آپ نے چار پر عمل کرلیا لیکن اس کے مقتضیات کو فراموش کردیا تو سب سے پہلے قانون اسلام ہی آپ کا خانہ خراب کردیگا۔

ان ساری باتوں کے باوجود بھی موجودہ دور کی مہذب اور موڈرن کہلانے والی سوسائٹی اسلام کی اٹل تھیوری کو غیر دانش مندانہ اقدام سے موسوم کرتی ہے اور اسے پہلی بیوی پر ظلم کی ایک ابتداء قرار دیتی ہے اور یہ بھی ہنگامہ بپا کررکھا ہے کہ اسلام نے یہاں پر ایسے زاویے سے اصول مرتب کیا ہے جس میں عورتوں کے حقوق کی قطعی رعایت نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی عورتوں کے صنف انسانی میں شمار ہونے کا لحاظ کیا گیا ہے۔ صرف اور صرف جانب دار ہوکر مردوں کے حق میں فیصلے اور کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے کہ مرد اپنی شہوت رانی کا مکمل طریقہ سے فائدہ اٹھائیں۔

اور گویا مردوں کو اسلام نے ہوس کی آگ بجھانے کیلئے عورتوں کو ایک کھلونا بنا کر رہ دیا ہے، عورتوں کو چلتی پھرتی لاش سمجھ کر جس طرح چاہے ایک ایک دو دو تین تین چار چار کو روندنے کی اذن عام دے رکھا ہے جو سراسر انسانیت کے خلاف حد سے بڑھا ہوا ظلم ہے لہذا ابھی بھی مسلم پرسنل لا کو اس امر کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے، اور اس مسئلہ کی تجویز میں تخفیف کی مناسب راہ نکال کر اس ترقی پذیر دور میں ایسے جمود و تعطل سے افراد اسلام کو باہر لانا چاہیئے انھیں بھی مردوں کی طرح کچھ نہ کچھ چھوٹ ملنی چاہیئے۔ نہیں تو اتنا ضرور ہونا چاہیئے کہ اس چار چار کی ذلت و رسوائی کے اندھیرے گڈھے سے عورتوں کو نجات دینی چاہیئے لیکن سچ ہے ؎

جہاں نے کی جو خوں ریزی تو تم خاموش تھے بیٹھے
دفاع ہم نے کیا اپنا تو ہم بدنام ہو گئے

صاحبان! میں وہ بات کہونگا جو حق ہوگی اور غیر جانب دار ہوگی وہ یہ کہ انسانیت عالم کو اسلام کی تہذیبی روح، ثقافتی رنگا رنگی، تاریخی کردار کا شکر بجالانا چاہیے کہ اسلامی قوانین نے اس سلسلے میں ایک حد مقرر کر دی جس سے وہ سارے خرافات معدوم و منہدم ہو جاتے ہیں جو اس کے برخلاف ہونیکی صورت میں منصب شہود پر ہوگا۔ مثلاً زنا، آشنائی، خفیہ ملاقات، کثرت حرامی بچوں کا داشتائیں۔ یہ سب صرف اس وجہ سے وجود میں آتا ہے کہ ایک طرف مرد اپنی فطری تقاضوں سے مجبور ہوتا ہے تو دوسری طرف عورتیں بھی اپنے شباب کے خمار سے سرشار ہوتی ہیں اور یہ امر مسلم ہے کہ فطرت کو کوئی روک نہیں سکتا یہ خود بخود اپنی راہ ہموار کر لیتی ہے جیسے پانی کی دھارا اپنی بہاؤ میں کسی ندی یا نالے کا محتاج نہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس معاملہ میں اسلام کو ہدف بنانا سراسر ظلم ہے کیونکہ اس کائنات کی آغاز سے لیکر تا ہنوز ہمیں یہ شہادت ملتی ہے کہ کوئی قوم، کوئی نسل، کوئی کلچر، کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں قانون تعدد کم و بیش نہ ہو بلکہ اس دنیا میں نوح ؑ کے بعد آنیوالی نسلوں میں خواہ وہ عالم طبقہ ہو یا جاہل، دین و مذہب کا پابند ہو یا فکری طور پر جہالت کا دلدادہ، سبھوں نے اسے خوب خوب استعمال کیا ہے اور آج تک بعینہٖ یہی چیز

چلی آرہی ہے۔ بس اس کا نام بدل دیا یا اعلان کچھ ہے اور در پردہ کچھ اور ہے۔ میں آپ کو ماضی تا حال ایسی بدیہی مثال دونگا کہ اس پر افتراء کذب کرنیوالے کو پاگل قرار دینا کوئی امر مستبعد نہیں۔

صاحبو! تعدد ازدواج یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس سے نہ ہی انبیاء سابقین نے روگردانی کی، نہ زمانہ جاہلیت میں اس سے انکار رہا اور نہ ہی مسیحیت و یہودیت میں کوئی مخالف تھا، بلکہ قبائلی فرقوں، جنگلی لوگوں، صحرانشینوں نے بھی اسے اپنایا یہاں تک کہ خود مغربیت اور ہندویت جو اس معاملہ میں رخنہ اندازی کر رہی ہے اس سے مستغنی و مبرا نہیں بس بات صرف اتنی ہے کہ اسلام نے چونکہ اجازت دی ہے تو کیوں دی؟ اس کی مخالفت کرو، اس کی تجویز کو پامال کرو۔ اسے مقام نازسے نیچے گراؤ مگر ع وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے۔

خودی کو کر دیا بے ابر

جیسا کہ اوپر بات گذر چکی ہے کہ اسلام نے دوسری تیسری چوتھی شادی کرنے والے خواہشمند سے کہا کہ اولاً آپ کو شرائط کی پوری ذمہ داری نبھانی ہوگی اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ خدا نے انسان کو جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ لیکن مردوں کے عظیم عظیم جنگوں میں کام آجانے کے سبب تعداد میں برابری نہ رہی تو اسلام نے اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے ایک انوکھی ترکیب نکالی تاکہ یہ حوا ارض بے آبرو نہ ہوتی پھرے۔ اور عزت کیساتھ آرام کی زندگی گذارے اور ہیروں کی مانند حفاظت کے ساتھ پردوں میں محفوظ رکھی جائے اسلئے صاحب استطاعت سے کہا کہ تم ان سے شادی رچا کر ان کے ناموس کے نگہبان بن جاؤ۔ انہیں لولوٴ و یاقوت کی طرح بحفاظت رکھو مگر عورتوں نے آزادی کا ڈنکا پیٹ پیٹ کر خود کو بازاروں میں پھرایا نتیجۃً بے آبرو ہوگئیں اور اپنا سب کچھ نیلام کر دیا۔

انبیاء کا تعدد ازدواج

میں نے ماقبل میں یہ بات کہی ہے کہ اس فعل کے اقدام میں تقریباً ساری کائنات ملوث ہے لہذا اس سے پہلے شمار کراؤں کہ نبیؐ کے دیگر انبیاء کرام نے بھی اس کو ثابت کیا، چنانچہ حضرت داؤدؑ

کی تقریباً سو بیویاں تھیں ۔ سلیمانؑ کی ۹۹۳ بیویاں تھیں ، ابراہیمؑ کی دو بیویاں تھیں یعقوبؑ کی دو بیویاں تھیں ، اسماعیلؑ نے دو بیویاں کیں اس سے یہ صاف عیاں ہوتا ہے کہ دیگر انبیاء کرامؑ نے بھی اس جواز پر عمل کیا ہوگا ۔

یہودیت

اس میں یہودیوں کا بھی کھلا ہوا جواب ہے کہ جس سے یہودیوں کا وجود ہوا انھوں نے بھی ایک سے زائد شادیاں کیں ۔ یعنی حضرت اسحاقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ نے دو شادیاں کیں مزید انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۸ ص ۱۸۶ پر ہے

یہودیوں کے یہاں ایک مرد بہت سی عورتیں رکھ سکتا تھا ان بیویوں کی قانونی حیثیت میں کوئی فرق نہ ہوتا تھا اور نہ عورتوں کی تعداد کے سلسلے میں کوئی تحدید تھی ۔

یورپ اور عیسائی

اب ہم ذرا جائزہ لیتے ہیں اس قوم کا جو اپنے کو سب سے زیادہ اڈوانس تصور کرتی ہے اور اسلام پر یہ کیچڑ اچھالتی ہے کہ اسلام میں ایسا اصول بھی ہے جس سے انسان کبھی اپنی ترقی کی منزل کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا کہ چار چار کر لو اور بھیڑ بکری کی طرح فوج اکٹھی کر ڈالو ۔ مگر آپ ملاحظہ کیجئے کہ کیا یہ اس فعل مقدس سے مستثنیٰ ہیں ... ۔ علم الانسان کے مشہور اور ماہر جنسیات لیٹورینو اپنی معرکۃ الآراء کتاب (رشتہ ازدواج اور خاندان کا ارتقاء) ص ۱۷۲ پر لکھتا ہے ۔

"مرد جبلی طور پر رشتہ ازدواج کا شائق ہے لیکن بسا اوقات وہ معاشی زندگی کی ضروریات کے آگے جھکنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے ،،

اسٹوری آف پروسٹی ٹیوشن ص ۸۱ پر جارج ریلے اسکارٹ جو جنسیات کا عظیم ترین شخص تسلیم کیا گیا ہے کہتا ہے

" مرد بنیادی طور سے تعدد کا رجحان رکھتا ہے اور تمدن کا ارتقاء اس جبلی تعدد ازدواج کو اور بڑھا دیتا ہے ۔

ڈاکٹر روم لینڈ نے اپنی کتاب سیکس لائف اینڈ فیڈ صہ ۱۸۶ پر لکھا ہے

"تعدد ازدواج کو مکمل طور پر ختم کرنیکے لئے سب سے پہلے پوری تہذیب کے کردار کو بدلنا پڑے گا، پھر مرد کی فطرت کو اور سب سے آخر میں خود فطرت کو۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۴ صہ ۹۴۹ پر لکھا ہے۔

"ایک دستور کی حیثیت سے تعدد ازدواج دنیا کے تمام علاقوں میں پایا جاتا ہے"

یہی کتاب ج ۱۸ صہ ۱۸۶ پر ہے۔

"غیر متمدن گروہوں میں تعدد ازدواج کا رواج وسیع پیمانے پر نہیں مگر شکار پر گذراوقات کرنے والے اعلیٰ گروہوں میں تعدد ازدواج کا رواج زیادہ عام رہا ہے" آگے لکھا ہے۔

"اہل افریقہ میں نسبتہً بہت زیادہ رہا ہے۔ تعدد ازدواج افریقہ میں اپنی انتہا پر ہے۔ آگے لکھا ہے۔

"تعدد ازدواج یا داشتہ رکھنے کی ایک قسم تہذیب کے اکثر لوگوں میں پائی گئی ہے" چین میں قانونی خاص بیوی کے علاوہ کچھ اور بیویاں کہلاتی تھیں، جاپان میں چینیوں کی طرح داشتہ عورتیں رکھنے کا رواج ایک قانونی نظام کی حیثیت سے ۱۸۸۰ء تک موجود تھا۔ قدیم مصر میں تعدد ازدواج کی اجازت تھی۔ آگے لکھا

"تعدد ازدواج مسیح یورپ میں بھی پایا گیا ہے۔ چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں آئرلینڈ کے فرماں روا ڈائرمیٹ کی دو ملکہ دو داشتائیں تھیں، مرد نجین کے فرماں راؤں میں تعدد ازدواج کا رواج عام تھا۔ تعدد ازدواج کا رواج پادریوں میں بھی غیر معروف نہ تھا اناباپیسٹس اور ارمنس نے بہت زیادہ مذہبی جوش و خروش سے تعدد کی وکالت کی ہے۔

کتاب ہذا صد ۳۴ پر ہے۔

"اعلیٰ قوموں میں سے اکثر نے قانونی یک زوجگی کی اس گھٹیا شکل تک پہونچنے سے پہلے اس تعدد ازدواج کو اپنایا ہے"

ہندو

اب ہندوؤں کا بھی پول کھولوں جو عیسائیوں کی طرح ہمیں طعن وتشنیع کرتے ہیں جبکہ ان کے یہاں تعدد کے علاوہ ایک قبیح فعل نیوگ بھی پایا جاتا ہے، ملاحظہ ہو پنڈت دیانند سرسوتی نے ستیارتھ پرکاش سمولاس ۴ فقرہ ۱۲۴ پر لکھا ہے۔

"اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ میں زنا جاوے تو کسی سے نیوگ کرلے"

منوسمرتی ادھیائے شلوک صد ۳۱ پر منوجی مہاراج کہتے ہیں۔

"راجہ کھانا کھانے کے بعد محل میں عورتوں کے ساتھ بہار کرے"، منوسمرتی صد ۱۸۳، اگر ایک آدمی کی چار پانچ عورتیں ہوں اور ایک ان میں سے صاحب حمل ہو تو سب صاحب اولاد کہلاتی ہیں۔

منوسمرتی ادھیائے ۹ شلوک صد ۸۱ پر ہے۔

"بانجھ عورت اور جس کی اولاد نہ جیتی ہو اور صرف لڑکیاں ہی پیدا کرتی ہو ایسی عورت ہونے پر دوسری شادی کرنی چاہیئے اور جو بدزبان ہو فوراً دوسرا بیاہ کرنا چاہیئے۔

رگوید منڈل سوکت ۱۲۶ منتر ۲، ۳، ۴ رشی ککشواں نے راجہ منایا کی دس لڑکیوں سے شادی کی، جہیز میں شوہار، سو عمدہ گھوڑے اور ایک ہزار سانڈ پائے، راجہ دسرتھ کی چار بیویاں تھیں (۱) رام دوسری سے لچھمن ستروہن تیسری سے بھرت اور چوتھی سے کوئی نہیں، شری کرشن مہاراج کی سینکڑوں گوپیاں (عورتیں) تھیں۔ ان کی گدی آج تک کاشی میں ان کی یاد کی غمازی کررہی ہے

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۸ صد ۱۸۶ پر ہے۔

"بہت سے انڈو یورپین لوگوں میں تعدد ازدواج کی اجازت تھی، قدیم سیلو، ٹیوٹنس قدیم آئرس اور ویدک کے ہندوستانیوں میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

یہ طریقہ بادشاہوں، سرداروں، یا اشراف کے لئے مخصوص تھا، مزید برآں مذہب کی مندروں میں ایک مرد کی مختلف عورتوں کے ساتھ تصویریں پائی جاتی ہیں۔

ایک حکمت

اسلام نے جو اجازت دی ہے اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب عورت حاملہ ہوگی تو چار مہینے سے زیادہ فائدہ اٹھانا طبی نقطۂ نظر سے نقصان دہ ہوگا، اب اسلام نے کہا دوسری کرلو جب اس میں بھی وہی بات ہو تو تیسری کرلو جب اس کو بھی حمل ہو جائے تو چار مہینہ بعد چوتھی کرلو۔ اس طرح سال پورا ہوگا اور پہلی فارغ ہو گی پھر سلسلہ چلتا رہے گا اور مرد کو پریشانی ہوگی نہ عورت کو مصیبت اٹھانی پڑیگی۔

آپؐ نے بارہ کیوں کی

اس سوال کا جواب بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ آپؐ اللہ کے سچے نبی تھے اللہ نے آپؐ میں چالیس جنتی مردوں کی طاقت رکھی تھی اور جنت کا ایک مرد کم سے کم ستر حور کو اپنے قبضہ تصرف میں رکھے گا۔ اس اعتبار سے آپؐ کا صرف بارہ پر اکتفا کرنا انتہائی کمال کی بات ہے۔ دوسری بات یہ تھی کہ اگر آپ شادی نہ کرتے اور امت کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے متعلق حکم دیتے تو آنے والی کوئی قوم یہ کہہ سکتی تھی کہ آپؐ نے خود تو صرف ایک کی ذرا زیادہ کی ہوتی تو سمجھ میں آتا کہ عورت کیا ہے؟ اسی طرح آپ نے بیویوں کے درمیان عدل کو کہا اس پر بھی وہی بات پیش آتی۔ تو آپ نے یہ کر کے امت کو بتلا دیا کہ چار کیا بارہ کے ساتھ بھی حسن سلوک اور عدل کیا جا سکتا ہے مزید یہ کہ بعض احکام میں عورتوں کے مسائل عورت ہی زیادہ سمجھ سکتی تھی تو آپؐ ایسے باریک مسائل جو بیوی سے متعلق ہو اجنبیہ کے پاس کیسے واضح کر پاتے جب کہ آپ اپنی امت کے روحانی باپ ہیں اس کا مشاہدہ ایک عورت کے سوال سے ہوا حالت حیض میں شرمگاہ پر فوطا رکھنے کا آپؐ فرماتے رہے بس رکھ لو۔ وہ پوچھتی کیسے؟ آخر آپ نے کہا ارے اللہ کی بندی بس رکھ لو۔ بالآخر حضرت عائشہؓ نے دیکھا تو ان کو الگ لے جا کر سمجھا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے تو یہ وجوہات تھے آپؐ کے نکاح کے نیز بشریت اور فطرت کا تقاضہ بھی

اس کے منافی نہیں. جیسا کہ اوپر حوالوں میں گذرا ہے،
اللہ معترضین کو سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے. آمین ثم آمین

ہمیں تو عادتِ ختم سفر ہے کیا کہیئے
یہاں پہ راہ سفر ہے کیا کہیئے،

رُباعی

پیغمبرِ اعظمؐ کے ثنا خواں ہم ہیں
اسلام کی عظمت کے نگہباں ہم ہیں

افسوس کہ احکامِ نبیؐ سے پھر کر
دُنیا میں ذلیل اور پریشاں ہم ہیں

طارق ابن ثاقب

بدرالہدیٰ دربھنگوی

حجیت حدیث

وقت اور حالات کیساتھ افکار وخیالات میں بھی تبدیلی آئی لیکن پھر بھی عہد رسالت سے آج تک ہر دور میں قرآن کریم کے بعد حدیث رسول صلعم اور سنت نبوی کو اسلامی قوانین کا اہم ترین ماخذ تسلیم کیا گیا ہے ، اپنے پرائے سب نے اس حقیقت کا اعتراف کیا اور متفقہ طور پر یک زبان ہوکر اس کی شہادت دی کہ احادیث کا ذخیرہ جو صحیح ترین کتب میں موجود ہے ۔ وہ ہر طرح سے قابل اعتماد ہر زمانہ میں لائق اتباع اور حجت ہے ، چودہ سو سال کے اس طویل عرصہ میں قرآن کریم اور سنت نبویؐ کی حجیت کا کسی ماہر قانون نے کبھی انکار نہیں کیا لیکن ایک صدی قبل چند غیر مسلم مستشرقین اور ان کے پیروکاروں نے کوشش کی کہ حدیث کی حجیت یا اسکی استنادی حیثیت کے بارے میں ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کئے جائیں ، انھوں نے حدیث رسولؐ کو نشانہ بناکر تنقید وتشکیک کے کئی زہریلے تیر چلائے ۔ جس کے شکار مغربی افکار سے مرعوب کئی مسلمان بھی ہوگئے ، اس طبقہ کے بعض لوگوں نے حدیث کو حجت ماننے سے انکار کردیا ۔ یہ آواز ہندوستان میں سب سے پہلے سرسید خاں اور ان کے رفیق مولوی چراغ علی نے بلند کی ، یہ نظریہ کسی قدر منظم طور پر عبداللہ چکڑالوی کی قیادت میں آگے بڑھا اور یہی اس فرقہ کا بانی بنا جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا تھا ۔ اس گمراہ فرقہ نے مختلف نظریے اور زاویے سے احادیث کی حجیت کا انکار کیا ۔

فریق مخالف کا پہلا نظریہ اور اسکی تردید

چنانچہ اس سلسلے میں پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کیا ہے ؟ کیا آپ

کا مقام و مرتبہ ایک پیامبر اور ڈاکئے کی طرح ہے اور بس جیسا کہ فریق مخالف کا نظریہ ہے اس کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا کیونکہ انبیاء کرام فقط اسی کام پر مامور نہیں ہوتے کہ اللہ کا پیغام بندوں تک پہونچا دیں بلکہ ان کے ذمہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ کتاب اللہ کی تشریح و تفسیر کریں جیسا کہ قرآن حکیم نے بیان کیا ہے ۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم الآیۃ ۔

مذکورہ آیت میں غیر مبہم اور واضح طور پر بتلایا گیا ہیکہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ قرآن میں نازل شدہ احکام و شرائع کو لوگوں کے سامنے بیان کریں اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ متعدد آیات میں آپ کے فرائض منصبی کو کھول کھول کر بیان کیا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ ان بیان کردہ احکام کی عملی تعلیم بھی دیں اور اس تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنیکی لوگوں کو تربیت بھی کریں ۔ ارشاد ربانی ہے ۔

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ الآیۃ ۔

مذکورہ بالا آیت میں حضورؐ کے چار جداگانہ فرائض کی ذمہ داریاں بیان کرکے قرآن کریم نے آپکی ذمہ داریوں کو محدود کرنے والے مخالفین کی زبردست تردید کی ہے اور کسی طرح کے شکوک و شبہات کی گنجائش نہیں چھوڑی ۔

نقطہ ثانیہ اور اسکی تردید اہل قرآن کی جانب سے یہ آواز بھی بڑے زور و شور سے بلند کی جاتی ہے کہ حضورؐ کی اطاعت من حیث الرسول نہ صحابہ کرامؓ پر واجب تھی اور نہ ہم پر لازم ہے ۔ اب ہم اسکا جائزہ لیتے ہیں کہ فریق مخالف کا یہ دعویٰ قرآن کریم کے مطابق ہے یا محض کذب و افترا پر مبنی ہے ۔ ملاحظہ ہو قرآن کریم کی بیشمار آیتوں میں اطاعت رسولؐ اور اتباع نبیؐ کا صیغہ امر کے ذریعہ وجوبی طور پر حکم دیا گیا ہے قرآن کریم میں بار بار اطاعت پیغمبر پر زور دیا گیا ہے حتیٰ کہ اطاعت رسول کو اللہ کی اطاعت کیساتھ ذکر کیا گیا ہے ارشاد باری ہے ۔

قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فان اللہ لایحب الکفرین۔
واطیعوا اللہ، واطیعوا الرسول واحذروا (الآیۃ) قل ان کنتم
تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (الآیہ) یا یہا الذین اٰمنوا
اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (الآیہ)

اسی پر بس نہیں بلکہ قرآن مجید نے کہیں حکم رسول کو حکم الٰہی کہیں اطاعت رسول کو بعینہٖ اطاعت خداوندی قرار دیا ہے اور رسول کی حکم عدولی کو ضلالت وگمراہی سے تعبیر کیا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلٰلا لامبینا ہ

مذکورہ بالا تمام آیات میں مثبت ومنفی دونوں پہلو سے پیغمبرؐ کی اطاعت من حیث الرسول واجب کی گئی ہے۔ مندرجہ بالا آیات میں واولی الامر منکم کے جملے نے اس بات کی مزید وضاحت کردی کہ آپؐ کی اطاعت من حیث الرسول ہی واجب ہے حاکم اور بادشاہ ہونیکی حیثیت سے نہیں جیسا کہ منکرین کا زعم باطل ہے۔

ان احکام کے سلسلے میں قرآن حکیم نے متعدد آیتوں میں دو مختلف اصطلاحیں استعمال کی ہیں یعنی اطاعت (بات ماننا) اور اتباع (پیروی کرنا) اور یہ بالکل واضح ہے کہ پہلی اصطلاح کا تعلق... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات وارشادات سے ہے جب کہ دوسری اصطلاح آپ کے افعال واعمال سے متعلق ہے اس طرح قران مجید نے اطاعت واتباع کا حکم دے کر آپ کے افعال وارشاد اور اعمال کو حتمی حجت قرار دیدیا ہے۔

حدیث کیا ہے

چونکہ حدیث حضورؐ کے اقوال وافعال اور تقریر کا نام ہے خواہ آپ کے اقوال وافعال وغیرہ قرآن کریم میں بیان بھی نہ کئے گئے ہوں۔ درحقیقت وحی الٰہی پر مبنی یا وحی الٰہی کے تصدیق شدہ ہیں لہٰذا تمام کے تمام قابل اتباع اور حجت ہوں گے جیسا کہ قرآن نے حضورؐ کے علوم مرتبت اور برائت کو بیان کیا ہے۔

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی ہ لقد کان لکم فی رسول

اللہ اسوۃ حسنۃ ، ترجمہ اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے ۔

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی اسی قولی وعملی تشریح وتبیین کا نام مسلمانوں کی اصطلاح میں حدیث ہے اس تفصیل کی روشنی میں یہ ثابت ہو چکا کہ جس طرح ایک مومن کامل کی نگاہ میں قرآن وحی الٰہی یا وحی متلو ہے اور واجب التسلیم ہے اسی طرح حدیث کی حیثیت وحی الٰہی یا دوسرے لفظوں میں ،، وحی غیر متلو،، کی ہے اور واجب التسلیم والطاعۃ ہے اتنی صراحت اور وضاحت کے باوجود اگر کوئی فرقہ حدیث کی حجیت کا انکار کر دے تو اسے کم عقلی بوداپن اور بیوقوفی ہی کہی جا سکتی ہے ۔

فریق مخالف کا زعم باطل اور اسکی تردید

اگر کوئی شخص حدیث سے صرف نظر کر کے محض لغات کی کتابوں کی مدد اور اپنی فہم وبصیرت اور رائے پر بھروسہ کر کے قرآن فہمی کا دعوی کرے تو اس کا صراط مستقیم سے بھٹک جانا خارج از امکان نہیں، کیونکہ قرآن کریم اس ذات کا کلام ہے جو غیر متناہی لامحدود صفات والی ہے تو اس کے کلام کا مظہر اتم قرآن بھی غیر محدود حقائق ومعارف اور علوم ومطالب پر یقیناً مبنی ہوگا تاہم اس سے انکار نہیں ہے کہ قرآن کریم کے بعض مضامین مثلاً خوف خدا، فکر آخرت اور عام نصیحت کی باتوں پر مشتمل ہیں جو کسی حد تک واضح اور سہل ہیں ان ہی مضامین کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا ،، ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر الخ جیسا کہ للذکر ،، سے واضح ہے لیکن اس سے سمجھ لینا کہ پورا قرآن کریم آسان ہے بغیر واسطہ رسول کے متکلم کی صحیح منشاء ومراد کو پالینا ناممکن ہے ، حدیث سے صرف نظر کر کے محض قرآن کے الفاظ کی روشنی میں پوری شریعت تو درکنار ، اسلام کے بنیادی ارکان نماز ، روزہ وغیرہ پر بھی صحیح طور پر عمل نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ پورے قرآن پر عمل کرنیکا دعوی ہو ۔

مثلاً قرآن نے روزے کی فرضیت کے بارے میں

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین الذین من قبلکم ۔	تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا ۔

روزہ کے لغوی معنی محض رکنے کے ہیں ، قرآن کے ظاہری بیان سے روزہ کی پوری کیفیت ، نوعیت اور اس کا طریقہ معلوم نہیں ہوسکتا ۔ جب تک کہ حدیث سے معلوم نہ کیا جائے ۔ قرآن نے اہم ترین عبادت نماز کی فرضیت کو بیان کیا ، اقیموا الصلوٰۃ ، نماز قائم کرو ۔ لیکن شرائط نماز ، اوقات نماز ، تعداد رکعات اور کیفیت نماز قرآن میں نہیں ہے تو اگر حدیث سے معلوم نہ کیا جائے اور محض لغوی معنی پر عمل کیا جائے تو ، الصلوٰۃ ، کے معنی ہیں ، تحریک الصلوین ، یا صرف دعا کے ہیں تو مسجد ڈانس کا اڈہ بن جائیگا ۔

اہل قرآن کا آخری نظریہ اور اسکا جواب

جب حجیت حدیث کے ناقابل تردید دلائل کی منکرین حدیث پر شعلہ باری کی جاتی ہے تو وہ لاچار ہو کر حجیت حدیث کے قائل ہو جاتے ہیں لیکن پھر اپنی کج فہمی کی بنا پر یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ چونکہ احادیث محفوظ طریقے اور قابل اعتماد واسطوں سے ہم تک نہیں پہونچیں ہیں اس لئے ہم پر حجت نہیں ہیں ۔ صد افسوس ان عقل سے پیدل لوگوں پر کہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکے کہ قرآن کریم بھی تو ان واسطوں سے ہم تک پہونچا ہے جن واسطوں سے حدیث آئی ہے ، اب اگر یہ واسطے ناقابل اعتماد اور مشکوک ہیں تو انھیں قرآن سے بھی ہاتھ دھونا پڑیگا ۔ منکرین اس کا جواب دیتے ہیں کہ قرآن نے انا لہ لحٰفظون کہہ کر اپنی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے ، اور حدیث کے بارے میں کوئی ذمہ نہیں لیا لیکن اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ، انا لہ لحٰفظون ، کی آیت بھی تو انہی واسطوں سے پہونچی ہے تو کیا دلیل ہے کہ یہ آیت مشکوک اور ناقابل اعتماد نہیں ہے ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں حفاظت قرآن کی ذمہ داری لی گئی ہے اور باتفاق اصولیین قرآن نظم اور معنی دونوں کا نام ہے اسلئے یہ آیت صرف الفاظ قرآن کی نہیں بلکہ معانی قرآن کی حفاظت کی بھی ضمانت لیتی ہے اور معانی قرآن کی تعلیم ہی کا نام حدیث ہے لہذا مذکورہ بالا آیت قرآن کریم کیطرح حفاظت حدیث کی بھی ضمانت لیتی ہے نیز یہ کہ محدثین کرام نے جو احادیث کو تولنے اور پرکھنے کا معیار قائم کیا ہے اسکو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی صحیح حدیث کی صحت پر شک و شبہ کرنا ایک امر محال معلوم ہوتا ہے ۔

اسلام غیروں کی نظر میں

ضیاء الحق ضیاء مدھوبنی

محمد عربیؐ نے جو دین ہم تک پہونچایا ہے اسے اسلام کہتے ہیں اس لفظ میں بجائے خود تشنگی ہے کہ نبی کریمؐ نے جو دین پہونچایا ہے لیکن اسلام اپنی وضع قطع، بود و باش کے اعتبار سے کیسا ہے۔ اس کی تعلیمات کی تاثیر کیسی ہے، اس میں حقائق کیا ہیں۔ اس کی کس نہج سے پرواز کرتی ہے۔ اس کے لئے میں پہلے تھوڑی اسلام کی وضاحت کئے دیتا ہوں پھر ذکر کروں گا کہ یہی وہ مذہب ہے جس کو غیروں نے بھی خوبیوں کا مجسمہ تسلیم کیا ہے۔

عرض ہے کہ اسلام کائنات کی حسین رنگینیوں کا ایک ایسا قوس قزح ہے جسے ہر صاحب نظر دیکھتا ہے۔ اور اس کی قدرتی خوشنمائی کو سراہتا ہے۔ اسلام ایک نظریہ، ایک عقیدہ، اور ایک لازوال مذہب ہے، اسلام امن آشتی کا ہمدردانہ پیغام ہے جو مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے اس کی خوبیوں کی سرسبز و شادابی تا حد نگاہ ہے یہ مذہب بھائی کو بھائی چارگی، خاندان کو قرابت داری، بنی انسان کو انسانیت کا درس دیتا ہے۔ یہ مذہب صحیح، غلط کو پرکھنے کی بہترین کسوٹی ہے۔

جس تعلق الٰہی میں کون کھرا کون کھوٹا ہے اس کا پورا پورا فیصلہ کیا جاتا ہے، یہ وہ مذہب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خالق کائنات ،قادر مطلق نے لے رکھی ہے۔ یہ مذہب چاند کے مانند سیاہ بادلوں کی آغوش میں ڈھپے ہوتے دین الٰہی کے لئے باد صبا اور نور کی کرن ہے۔ یہ مذہب انسانی زندگی کے لئے ایک ابدی قانون ہے ،جو راہ حیات کے ہر موڑ پر کھڑا ہو کر لوگوں کی زندگی کے ہر شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے خواہ وہ لوگ کسی بھی قوم سے متعلق ہوں کسی بھی برادری ،کسی بھی نظریہ سے ان کا سوتا جا کر ملتا ہو۔

یہ مذہب تاریکیوں میں بھٹکنے والے بے منزل مسافر کے لئے ایک بیمثال مشعل راہ ہے۔ جو اس مسافر کی زندگی ہر ظلمتوں کو تیر و تار کرتا ہوا اس کی منزل مقصود کا صحیح پتہ دیتا ہے۔ ایسی رہنمائی کرتا ہے کہ اگر مسافر اسکے بتائے ہوئے ضابطوں کا پاس رکھے تو یقینا وہ اس راستے سے کامیاب و کامران، اس ٹھکانے پر پہنچ جائے گا جس کا وہ ازل ہی سے خواہشمند ہے یعنی وہ فطری منزل[1] جسے آرام، سکون ، اطمینان، آزادی، بیباکی، ہمت، شجاعت ، سخاوت ،عبادت، ریاضت ، اخلاق ، احسان ، اکرام ،اعزاز، شفقت ، محبت ، رحمت ،اخوت ،کا نام دیا جاتا ہے نیز معاشرت، معیشت ، و اقتصاد و تجارت ،سیادت و قیادت جیسی عظیم عظیم نعمتیں اس کو میسر ہوں گی۔ اور وہ اپنے سفینہ زیست کو کسی بھی بحر ناپیدا کنار میں ڈالنے سے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریگا۔

یہ مذہب ایسی چیختی ہوئی کلی ،کھلتا ہو پھول، ہنستا ہوا گلاب

[1] سے حاصل ہوتی ہے

ہے اس تھوڑی جھلک بھی جب کسی اہل بصیرت کو لگ جاتی ہے تو وہ اس کی خوبیوں کے گیت گانے بنا نہیں رہ پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دین کو صرف اس کے ماننے والوں نے ہی پسند نہیں کیا بلکہ غیروں نے بھی اس کی تجلی کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور اس مذہب کی راستگی و درستگی پر ایسا جامع کلام کر گئے کہ اسے پڑھ خود اپنوں کی نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ یقیناً ان لوگوں نے اسلام کی ترجمانی میں انصاف کا دامن تھاما ہے فی نفسہ یہ لوگ کچھ بھی ہوں۔ اور پھر اسلام کی محبت میں سرشار ہو کر یہ پڑھتے ہوئے ناچنے لگتے ہیں ؎

دامن نگہ تنگ گل حسن تو بسیار

یہ وہ چند پھول تھے جو میں نے اسلام کے لہلہاتے باغوں کی شاہ راہ سے اٹھائے تھے۔ ورنہ اسلام کا مقصود اس سے بھی کہیں برتر اور اعلیٰ ہے۔ اب میں اپنی منزل مقصود کی طرف چلتا ہوا یہ عرض کر دوں کہ غیروں کی نظر میں اسلامی حسن و جمال کے چند پہلو ہیں (۱) اسلام بحیثیت اسلام (۲) اسلام بحیثیت قرآن (۳) اسلام بحیثیت نبیؐ

اسلام بحیثیت اسلام

یہ امر مسلم ہے کہ اسلام کی آمد ساری کائنات کے لئے قائد اور رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ امریکا سے ایک انسائیکلو پیڈیا چھپی تھی جس کا نام تھا (مین اینڈ ہز گاڈس) اس میں اسلام

کو حقیقت کی روشنی میں ایک عیسائی نے جو مختلف مذاہب پر مقالہ (MAN HIS GODS) لکھ چکے ہیں کہتے ہیں۔

it is udriant changed the course of human History (P-389)

اسلام کے ظہور نے انسانی تاریخ کا رخ موڑ دیا۔

ایک غیر مسلم مصنف اپنی کتاب "اسلام اور مسلم" صفحہ ۱ رقمطراز ہیں۔

اسلام فطرت انسانیہ کا ایک ابدی قانون ہے۔ اور اس کے تمام احکام و ارشادات کا مقصد صرف یہ ہے کہ باہمی اختلاف جس نے آدمی کو آدمی سے الگ کر رکھا ہے۔ وہ مٹ جائے دنیا سے ظلم و فساد، بغض و حسد، عناد کا کل استحصال ہو جائے۔ اور بنی نوع انسان کے اتحاد کے علاوہ کوئی دوسری چیز موجود نہ ہو۔

میں آپ کو اس سے بھی حسین وادی کی سیر کراتا ہوں جہاں غیروں کی زبان سے اسلام کا مساواتی باغ ایسی طرب، وجد کی حالت میں ہوتا ہے کہ پیڑ جھومنے لگتے ہیں، پھول کھلنے لگتے ہیں۔ اور کلیاں مسکرانے لگتی ہیں تو ملاحظہ فرمائیے اس شخص کی زبانی جو مشہور، سوامی، مفکر ملت ہیں ان کا نام سوامی وویکانند ہے ان کے لیٹر احیاء اسلام صفحہ ۵۱ پر ہے۔

دوسری طرف میرا تجزیہ یہ ہے کہ اگر کوئی بھی مذہب قابل لحاظ حد تک اس مساوات کو پہونچا ہے تو وہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔

جارج سیل کا انگریزی ترجمۂ قران پہلی بار ۱۷۳۴ء میں چھپا اس ترجمہ کے پانچویں ایڈیشن کے دیباچہ میں سر ایڈورڈ ڈینی سن رز (E. Denisan Ross) نے اسلام کی سادگی کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہے ۔

یہ ایک تعجب خیز واقعہ ہے کہ ترک جن کی فوجی یلغار ناقابل مزاحمت بن گئی تھی ان سب کو اسلام کے عقیدے نے فتح کر لیا اور انھوں نے مسلم حکومت قائم کیں تیرھویں صدی کے منگولوں نے جب بغداد کو تاراج کیا تو انھوں نے اسلام کے آثار کو مٹا ڈالنے کے لئے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتے تھے اس وقت خلیفہ اسلام کو اگرچہ مصر کی تاریکی میں ڈھکیل دیا گیا تھا مگر منگولوں کی بنائی ہوئی حکومتیں بہت جلد مسلم ریاستوں میں تبدیل ہو گئی ۔

translation of ouran . P VII.

اسلام بحیثیت قرآن

اب آپ کے سامنے اسلام کی حالت بحیثیت قرآن ذکر کرتا ہوں اس میں اہم بات جو قرآن کے برحق ہونے کی ہے وہ خود قرآن کا اپنا ایک چیلنج ہے جسے اللہ رب العزت نے انا نحن نزلنا الذکر سے بیان کیا ہے اور دوسرے لوگوں کی حقیقت شناس نگاہیں بھی اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکیں کہ قرآن (great book) ایک عظیم یکتا کتاب کا نام ہے ۔ اس راہ کی اگر تھوڑی بھی خاک چھانی جائے تو ایک بے بہا ذخیرہ ملے گا جو اسلام کی حقانیت کو بحیثیت قرآن واضح کرنا نظر آئے گا ۔

پنڈت سندر لال اپنی کتاب "گیتا اور قرآن" صفحہ ۱۸۰ پر لکھتے ہیں۔

قرآن کے اپدیشوں "سبق" کے عربوں کی ان زہریلی برائیوں میں سے بہت سی برائیوں کو جیسے شراب خوری، جوا، سود خوری، اور لڑکیوں کو مار ڈالنا، جڑ سے مٹا دینا۔ سیکڑوں اور ہزاروں دیوی دیوتاؤں کو پوجنے والے کو اپنے ان الگ دیوی دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک نراکار ایشور ایک اللہ تعالیٰ کی پوجا کرنا سکھا دیا۔

قرآن کی خوبیوں اور اس کے تیرہ برس کے نتیجوں کو موٹے موٹے طور پر بیان کرتے ہوئے ایک یورپین مصنف میجر آرتھ گلیسن لیونرڈ اپنی کتاب ہسٹری آف اسلام صفحہ ۱۵۷ پر لکھتے ہیں

اگر کسی کتاب کا اندازہ اس کے نقد نتیجوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ یعنی اس بات سے کہ آدمی کے اخلاق کے گہرے گہرے اور اچھے اچھے پہلوؤں پر اسکا کیا اثر پڑا تو ضروری ہے کہ "قرآن" کو دنیا کی بڑی سے بڑی اور اونچی اونچی کتابوں میں گنا جاوے۔

کچھ سال قبل یورپ کے ایک مشہور ماہنامہ نے پچھی یونیورسٹی کے سیکڑوں بڑے بڑے پروفیسروں اور دانشوروں سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی اپنی رائے دنیا کی سو بڑی سے بڑی کتابوں کی فہرست نمبروار تیار کر کے رسالے کے ایڈیٹر کے پاس بھیجدیں۔ یورپ کے دانشوروں کے جو سیکڑوں جوابات آئے ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی

کتابوں میں انھوں نے پہلی جگہ حضرت عیسیٰؑ سے ایک ہزار سال پہلے کی لکھی ہوئی مشہور یونانی کتاب "ایلیڈ" کو اور دوسری جگہ اس کے ڈیڑھ ہزار سال بعد کی لکھی ہوئی قرآن مجید کو دی۔
(گیتا اور قرآن صـ۱۸۲)

تنبیہ:۔ اگر اسلام سے پرخاش نہ ہوتی تو یقیناً قرآن کو اول درجہ دیتے لیکن وہ مجبور ہوئے دوسرے نمبر پر لانے کے لئے ورنہ قرآن کا سب سے اول تھا کیونکہ یہ دانشور لوگ تھے جنھوں نے اصل عربی میں قرآن نہیں پڑھا تھا بس انگلش سے ہی اندازہ کیا تھا کہ قرآن بہت عظیم ہے لہذا دوسرے نمبر پر رکھا تصدیق اسی صفحہ پر مذکور ہے ع

اے کاش زمانے کی دو آنکھ ہو کرتی

اسلام بحیثیت نبیؐ

اب محسن کائنات ہادی برحق، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں گفتگو کریں گے۔ ہمیں یہ بھی جاننا چاہئے کہ بہت سے اسلام دشمنوں نے آپ کی تاریخ آپ کی سیرت کو بٹہ لگانے کی ناپاک کوشش کی ہے لیکن نگاہ یار حق شناس بھی کوئی چیز ہے۔ چنانچہ ایک مشہور معروف انگریز مورخ جان ڈیون پورٹ نے (اپالوجی فور محمد اینڈ دی قرآن) کے دیباچہ کے آخر میں لکھا ہے۔

محمدؐ کو یہ تصور کرنا چاہئے کہ وہ حضرت مہذب ملت اور بانیٔ شریعت تھے، اور ساتویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے تھے اور اس بات کا اعتراف بھی تقریباً واجب ہے کہ انحضرتؐ سے زیادہ جلیل القدر

کوئی شخص اقلیم ایشیا میں پیدا نہیں ہوا ایسے جلیل الشان، عدیم المثال شخص کی مدح سے باز رہنا بڑی بے انصافی ہے۔

ایک مشہور مصنف مارماڈیوک نے لندن میں ۶ رجنوری ۱۹۱۷ء کو سیل ہوٹل میں تقویت البنیؐ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے آپ کا تعارف یوں کرایا۔

آپ نے عورتوں کو ایک نہایت گری ہوئی حالت سے اٹھا کر ایک عزت کے مقام پر پہونچا دیا۔ احمقانہ خونریزی کا خاتمہ کر دیا جنگ کے لئے اعلیٰ درجہ کے قواعد مقرر کئے اور دنیا کو تاریخ میں سب سے پہلے اخوت عام کو ایک اصول بنا دیا۔ حق تو یہ ہے کہ آپ سے رحم دل انسان اس روئے زمین پر کبھی نہیں۔ نہ آپ سے زیادہ معقول آدمی کوئی ہوا۔ آپ کی معافی کی مثالیں بے شمار ہیں۔ آپ نے کسی شخص کو اپنی ساری زندگی میں نہیں مارا۔ میرا دل تمام باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ کیونکہ آپ کے حالات کے مطالعہ سے میں آپ سے ایسی محبت کرنے لگا ہوں جیسا کہ ایک شخص اپنے سچے دوست سے محبت کرتا ہے۔

کے۔ ایم۔ منشی گورنر یوپی نے انجمن فردوس ادب لکھنو کے سالانہ جلسہ سیرت کے موقع پر پیغام دیا۔

ہم تاریخی اعتبار سے اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ دنیا میں اتنا کامل و مکمل انسان کوئی پیدا ہی نہیں ہوا جسے محمد ﷺ ہیں ان کی عزت پر کہیں انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں۔

کلکتہ یونیورسٹی کے سابق استادِ تاریخ ڈاکٹر ہیرالال چوپرہ

اپنے مضمون میں لکھتے ہیں ۔

جدید تاریخ آزادی، مساوات، اور اخوت کو فرانسیسی انقلاب کا نتیجہ قرار دیتے ہیں مگر پہلا شخص جس نے اسکا اعلان کیا وہ اسلام کے بانی تھے جو چودہ سو سال پہلے پیدا ہوئے ۔

Weekly of India April 15-1973

ڈاکٹر شنکر داس مہرہ اپنی کتاب میں اس طرح حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں ۔

آپؐ کے بارے میں بندے نے بھی عقیدت کے چند پھول ایک کتاب کی شکل میں پیش کئے ہیں ۔ آپؐ وہ انقلابی انسان تھے جنہوں نے تمام عمر بدی کے خلاف جنگ کی اور انسانیت کو اونچا اٹھانے کا پروگرام پیش کیا جس خوبی سے آپ نے اس پر عمل کیا یہ آپؐ ہی کا حصہ تھا ۔ (حضرت محمدؐ کی زندگی ایک ہندو کی نظر میں)

مسٹر کونٹمان عقیدت کا رس گھول کر اپنی کتاب کو اس جملہ پر ختم کرتا ہے ۔

ایسا مرد (محمدؐ) اسلام کا پیغمبر ہے اور دنیا کے بزرگ ترین شخصوں میں سے ایک ہے ۔ (پیغمبر اسلام صہ ۵۸)

ڈاکٹر مارگیلیوس کا نظریہ ہیں محمدؐ کو دنیا کے اولعزم لوگوں میں شمار کرتا ہوں ۔ انھوں نے قبائل عرب سے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر کے بہت بڑی پولیٹکل گتھی کو سلجھا دیا ۔ اور میں کم حقہ ان کی تعظیم و تکریم کرتا ہوں ۔

(اسلام کی صداقت غیر مسلموں کی نظر میں صہ ۳۶)

اسلام کے احسانات دنیا پر

محمد ادریس ہزاریاغوی ═══ ناظم شعبۂ مناظرہ دارالعلوم

اسلام ایک ایسا جامع کامل و مکمل مذہب ہے جو دوسرے ادیان کیلئے ناسخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام کے ہر مسائل بڑے صاف و ستھرے اور واضح ہوتے ہیں جسمیں کسی طرح کی الجھن نہیں، اسلام میں وہ تمام تر خوبیاں موجود ہیں ہیں جس سے دوسرے مذاہب خالی ہیں، اسلام میں وہ ساری بھلائیاں موجود ہیں جو صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ غیروں کے لئے بھی اسمیں فائدے ہیں۔

آپ اسلام سے قبل کی حالات دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ زمانہ کتنا بھیانک اور ظلم و بربریت کا تھا۔ لوگ اپنے خالق و مالک کو بھول بیٹھے تھے، لاتعداد خدا بنا رکھے تھے، ایک دوسرے پر ظلم کرنا اور دوسروں کا حق دبالینا باعث ثواب سمجھتے تھے، چوری اور زنا کاری کا بازار گرم تھا، عورتوں کی عزت و عصمت کو برسر عام لوٹ لیا جاتا تھا، اپنی اولاد کو اپنے ہی ہاتھوں سے قتل اور دفن کردیتے تھے، برسہابرس ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے لڑا کرتے تھے۔ اور یہ سلسلہ پشتہا پشت جاری رہتا تھا، آپس میں صلح کرلینے کو برا اور نیچ سمجھتے تھے۔

اسلام سے قبل کی یہ حالت تھی، جو انسانیت کے خلاف تھی۔

لیکن جب اسلام آیا!

تو ساتھ ہی ایک نبیٔ برحق آئے، جن پر ایک ایسی فصیح و بلیغ کتاب نازل ہوئی جس کی مثال آج تک کسی نے پیش نہ کرسکا اور اس کے مثل کتاب

تو دور کی بات ایک آیت بھی پیش نہ کر سکا اور آج تک قرآن اپنی حقانیت کا چیلنج کر رہا ہے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ و ادعوا شھداءکم من دون اللہ (الآیۃ پ البقرہ)

لیکن آج کے دور میں مخالفِ قرآن اور اسلام .... قرآن کیخلاف آواز اٹھاتے پھرتے ہیں اور اس کے خلاف اَن گنت کتابیں اور رسائل لکھ کر قرآن کے نسخے جلا کر اور اس کی توہین کر کے دل کو تو سکون پہونچا لیتے ہیں، کلیجے کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں لیکن تاریخ گواہ ہے اسکے مثل ایک آیت نہ بنا سکے اور نہ بنا سکتے ہیں۔

الغرض ــ یہ قرآن ایک ایسی جامع اور مانع کتاب ہے جس میں انسانی زندگی کے نشیب و فراز کے ہر مسائل موجود ہیں، یہ کتاب خالق سے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑتی ہے، یہ کتاب ایک انسان کو دوسرے انسان کے حق دلاتی ہے، یہ کتاب حکومت سے لیکر گھریلو نظام تک بھی بتاتی ہے، یہ کتاب حلال و حرام کے امتیاز کو بڑے صاف ستھرے کر کے دکھاتی ہے، یہ جہاں اپنے ماننے والوں کیلئے مفید ثابت ہوئی وہیں نہ ماننے والوں کیلئے بھی باعثِ رحمت ثابت ہوئی ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جہاں لوگوں نے اس کی مخالفت کی وہیں غیروں کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تعریف کی اور حقانیت بیان کرنے کو اپنی مجبوری سمجھی۔

الغرض قرآن خوبیوں کا گلدستہ ہے۔ جو اسلام کی شکل میں ہر ظلم و بربریت اور برے کاموں پر روک لگاتا ہے۔

اسلام آیا ــ تو اونچ نیچ کو ختم کیا برخلاف اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے کہ اس میں ایک دوسرے کو اونچ نیچ سمجھنے، کالے اور گورے میں امتیاز کرنے کا سبق ملتا ہے جو ایک معرکۃ الآرا بحث ہے۔ اسلام انسانیت کا دین ہے، فطرت کا دستور ہے، خدا کا نازل کردہ قانون ہے۔ اسلام ہر قسم کے فساد و سرکشی اور ظلم و بربریت کو حرام اور ممنوع قرار دیتا ہے۔ اسلام

انسانیت کے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔ انسانی جان کی قدر و قیمت اسلام کے حکموں میں بنیادی طور پر شامل ہے۔

الغرض ۔ اسلام آیا تو قرآن نے یہ اعلان کرتے ہوئے انسانوں کو بتایا کہ ایک خدا کو مانو اور عبادت کرو: قل ھو اللہ احد: اللہ الصمد۔

اسلام آیا تو زندہ دفن ہونے والی بچیوں کو بچاتے ہوئے عورتوں کو احترام و عزت کا مقام دیا۔ ولا تقتلوا اولادکم من خشیۃ املاق نحن نرزقکم الایۃ۔ پ ۱۵ بنی اسرائیل۔

اسلام آیا تو ایک دوسرے کو حق دلاتے ہوئے آخرت کا خوف دلایا۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔

اسلام آیا تو برسہا برس کی لڑائیوں اور قتل و غارت گری کو روکتے ہوئے یہ اعلان کیا: کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ، الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی الایۃ۔

اسلام آیا تو چوری اور ڈاکہ زنی پر پابندی لگاتے ہوئے یہ حکم نافذ کیا: السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما۔ پ المائدہ

اسلام آیا تو زنا کو روکتے ہوئے اور دوشیزاؤں کی اجڑتی ہوئی عزت محفوظ کرتے ہوئے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما کا فیصلہ سنایا۔ پ ۱۸ النور

یہ وہ اسلام کا قانون ہے جسے آج دنیا چھوڑ کر ظلم و بربریت کے دہانے پر کھڑی ہے، چوری اور زنا کا بازار گرم ہے۔

اسلامی قانون کو صرف عصبیت کی وجہ سے چھوڑ کر عدالت حق

فیصلہ دینے سے دور ہے۔ رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے میں جب چاہے۔ جس وقت چاہے کسی کی عزت لوٹ لی جاتی ہے، قتل کا بازار گرم کر دیا جاتا ہے، دوسروں کی دولت آسانی سے اپنے قبضے میں کر لیجاتی ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے ؟ یہ ایک سوال ہے ؟

یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ جو پابندی اور قانون اسلام اور قرآن نے دیا اسے نظر انداز کر دیا گیا۔

آج ۔ اگر ظلم و بربریت قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنے والوں کے لئے ۔ کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر الخ کا فیصلہ سنایا جائے تو پھر کسی کی ہمت نہ ہو کہ وہ ظلم اور قتل گری کا بازار گرم کرے۔ دن دہاڑے کسی کو قتل کرے ۔ آج چوری اور ڈاکہ زنی کرنے والوں کے لئے والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما کی سزا سنائی جائے تو کسی کی طبیعت اس کام کے لئے آمادہ نہ ہو کہ وہ کسی کے مال کو غلط نظروں سے دیکھنے کی کوشش کرے۔

آج اگر زنا کرنے والوں کے لئے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما کا اعلان کیا جائے ۔ تو پھر بے حیائی اور عورتوں کی اجڑتی ہوئی عزت پامال نہ ہو۔

آج پوری دنیا میں جہاں عورتوں کو حقوق دلانے کے لئے کوشش کی جارہی ہے عورتیں برسر عام نکل کر مساوات کا درجہ چاہتی ہیں۔ وہیں اسلام پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ قرآن نے عورتوں کا خیال نہ کیا۔

افسوس ہے کہ آج عورتوں کو لیکر قرآن پر اعتراض کرنے والے اس بات

سے بے خبر ہیں کہ عورتوں کی اجڑتی ہوئی عزت جو برسرِعام لوٹ لی جاتی ہے جس کی وجہ سے معاشرہ اور ماحول میں گھناؤنی گندگی پیدا ہوتی ہے اس بہیمانہ رویہ کے سدّباب کے لئے حکم قرآن پر عمل ہی ناگزیر ہے۔ اس لئے کہ اس کا حل تو صرف قرآن کے فیصلے سے ہی ہو سکتا ہے۔

انصاف پسند لوگ ذرا دیکھیں کیا قرآن کے اس فیصلے میں عافیت نہیں ہے اور اگر ہے اور ضرور ہے تو پھر ارباب عدالت اسے نظر انداز کیوں کئے ہوئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی اس قانون پر عمل کیا جا رہا ہے وہاں کسی کی ہمت نہیں ہوتی ہے کہ اس فعل کا ارتکاب کرے۔

اور جہاں اور جس ملک میں قرآنی اور اسلامی قوانین کو نظر انداز کیا گیا ہے وہاں آج کوئی اخبار و رسالہ یا جریدہ اس کالم سے خالی نہیں ہے کہ اسمیں یہ خبر نہ ہو کہ فلاں دوشیزہ کی عزت لوٹ لی گئی۔

اسلام اور قرآن کے فیصلے میں عافیت، امن و آشتی، معاشرہ کی سدھار اور اس کو پاک و صاف رکھنے کے لئے ایک بڑا سبق ملتا ہے۔ جسے غیر بھی کہنے اور ماننے پر بسا اوقات مجبور ہوتے ہیں۔

مسٹر گاندھی جی نے ایک اخباری بیان میں کہا تھا کہ:

"میں نے ایک بے غرض طالب علم کی طرح پیغمبر اسلام کی زندگی اور قرآن کا مطالعہ کیا جس سے میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ قرآن کی تعلیمات میں عافیت ہی عافیت ہے اور عدمِ تشدد کے احکام ہیں۔"

جواہر لال نہرو نے لعل قلعہ کے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ:

"اسلام جو ایک بڑا اور عظیم الشان مذہب ہے اس نے دنیا میں نہایت پاکیزہ گہرے اثرات ڈالے ہیں اور خود ہمارے ہندوستان میں بھی بہت پر امن اور دوستانہ طور سے داخل ہوا اور اپنے ساتھ امن و صلح کا پیغام لایا ہے۔"

(بحوالہ مکتوبات بنوی)

الغرض ــــ جس نے بھی اسلام کو انصاف کی نظروں سے دیکھا اس نے یہی کہا کہ اسلام میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اور جس نے اسلام کو عداوت اور غیر منصفانہ نظروں سے دیکھا اس نے یہی کہا اور آواز اٹھایا کہ اسلام میں سختی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے کیوں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔

ہم اس سلسلہ میں ان سے یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس نے اسلام کو صحیح نظروں سے نہیں دیکھا ورنہ اسلام کی تعلیم اور قانون میں اسے کوئی سختی نظر نہیں آتی بلکہ امن ہی امن نظر آتا۔ اور نہ یہ کہتا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔

آیئے میں بتاتا ہوں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا ہے!

اگر اسلام تلواروں کی زور سے پھیلا ہے تو سوال یہ ہے کہ جب اسلام اول مرحلے میں آیا اور تنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ اور ان کے مقابلے میں کفر کی بڑی طاقت تھی۔ تو پھر کون چیز تھی جس نے ہجرت سے قبل صحابہ کی ایک بڑی جماعت کو اسلام میں داخل کر دیا۔ ان پر کس نے تلوار چلائی، انہیں کس نے مجبور کیا۔ جہاد اور تلوار کی بات تو ہجرت کے بعد پیش آئی۔

لہذا یہ کہنا پڑے گا کہ جو بھی اسلام میں داخل ہوا وہ اسلام اور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں کو دیکھ کر داخل ہوا۔

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے بڑے حکیمانہ انداز میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

"جتنی بھی کفار سے جنگیں ہوئیں وہ ظلم نہ تھا بلکہ اصلاح تھی جس طرح ڈاکٹر کسی مریض کا آپریشن کرتا ہے تو وہ ظلم نہ کرتا ہے بلکہ اس کی اصلاح کے لئے اس کے جسم پر چھری اور قینچی چلاتا ہے اسی طرح انسان میں کفر ایک ایسا متعدی زخم ہے جو اس کی آخرت خراب کر دیتا ہے اس لئے اسلام بغرض اصلاح کبھی تلوار اٹھا کر اس کے مرہم پٹی کرتا ہے"

اسلام نے نہ کبھی ظلم کیا ہے اور نہ وہ اسکی تعلیم دیتا ہے۔ بلکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و ارشاد اٹھا کر دیکھیں تو جہاں مسلم پڑوسیوں کا حق ایک پڑوسی سے دلاتا ہے وہیں غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں بھی رغبت دلائی ہے۔

اسلام صاف اور ستھرا مذہب ہے جس کے احسانات دنیا پر بہت ہیں ضرورت ہے کہ اسلام کی روشن تعلیمات اور اسلامی تاریخ کے حق و صداقت کو اہل علم و ارباب انصاف صحیح طور پر پیش کریں اور حقیقت کو واضح کر کے دنیا کو غلط روی سے بچانے کی خدمت انجام دیں اور موجودہ تعصب و نفرت اور ظلم و بربریت کی فضا کو عدل و انصاف اور انسانیت نوازی اور عدل پروری سے تبدیل کر کے اس کے نور کو گھر گھر پہونچائیں۔

باطل تیرا وزن بدر کے باٹ پر

بد دین سلمان رشدی کو نہ تو دنیا معاف کر سکتی ہے نہ آخرت

از ـــــــــــ مشیر احمد ساحل دیناجپوری

صلیبی جنگوں کا دور ختم ہوا، اس میں مسلسل اور پیہم شکست کھانے کے بعد باطل تیری کمر ٹوٹ چکی، تیری طغیانیوں کا شیرازہ بکھر کر طشت از بام ہوا، تو اس قابل نہ تھا کہ پھر سے اپنے پیروں پر کھڑا ہوتا، اور حق کی شعلہ باز آنکھوں سے آنکھیں ملاتا، کیوں کہ عمر زاروق کے جادوں سے تو بیہوش تھا، خالد سیف اللہ کی شمشیر براں تیرے سروں پر ناچ رہی تھی، محمد بن قاسم کی طاقت تیری روح کے لئے سوہان بنی ہوئی تھی، سلطان غوری کے دبدبہ سے دنیا میں کھلبلی مچی ہوئی تھی، صلاح الدین ایوبی کے مجاہدانہ کارنامے تیرے لئے سانس لینے سے بھی مانع تھے۔

تو چلتا تھا تو ایسا لگے گویا ایک بے بس قیدی چلے، بولتا تھا تو ایسا لگے گویا بھیک بخشوانے والا فریادی بولے، تو کھاتا تھا تو ذلت کی، پیتا تھا تو نکبت کی، تیری رفتار سے پستی عیاں، تیری گفتار سے تیری خواری بیاں، گویا تو ہر طرح سے مجبور و بے بس تھا، اور حق کی آہنی زنجیروں میں جکڑا اپنی لاچاری پر ماتم کناں تھا، مگر وقت کی رفتار کے ساتھ حالات نے کروٹ لی، تیری صورت بدلی اور تیرے ذہن میں بغاوت کی آگ شعلہ زن ہوئی کہ کہاں تم حق کی شیشہ پلائی دیوار میں مقید وقت کی کڑیاں گن رہے تھے، لیکن آج تم اپنا تیشہ اٹھا کر اس دیوار پر ضربیں لگا رہے ہو، اے باطل! یوں تو تم نے بہت سے

کو جنم دیا، جنھوں نے اپنی پوری طاقت صرف کر کے اس دیوارِ خدائی کو ہلانے کی ناکام کوششیں کیں، لیکن تیرے اس سپوت سلمان رشدی نے اسے ہلانے کیلئے ایک سب سے جدا اور نرالا وار کیا ہے، دیکھو اور انتظار کرو حالات کہاں لیجاتے ہیں، اور وقت کیا کرشمہ دکھلاتا ہے۔

مجھے امید اور قوی امید ہیکہ تیرے اس سپوت کا حال بھی تیرے ان جیالوں سے کم افسوسناک نہ ہوگا جنھیں سرِعام تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا، اور ان سے ان کی آخری خواہش پوچھی گئی یا آفتِ سماوی نے آدبوچا اور پسماندگان کو بیوہ یتیم، بے اولاد، یا اور کچھ بنا کر چل بسے۔

یہاں پر تم مجھ سے تجاہل عارفانہ کے طور پر یہ سوال کر سکتے ہو کہ کیا کیا میرے اس سپوت نے؟ جو آپ ہمیں اتنی باتیں سنا رہے ہیں۔ کیا اس نے کسی کی چوری کر لی؟ یا کسی کے حق کو چھین لیا؟ کسی کی عصمت پر حملہ کیا؟ یا کسی کو ناحق قتل کیا؟

تو اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ تیرے لاڈلے نے چوری ہی نہیں بلکہ ڈاکہ زنی کی ہے وہ بھی اللہ کے گھر میں، تیرے چہیتے نے کسی کے حق کو چھینا ہی نہیں بلکہ حق ناشناسی کا ثبوت بھی دیا وہ بھی اسلام کی (حق ناشناسی کا) تیرے اس سپوت نے کسی کی عصمت پر حملہ ہی نہیں کیا بلکہ دوسروں کو دعوت بھی دی، وہ بھی امہات المومنین کی عصمت پر حملہ کی، تیرے ہونہار نے کسی کو قتل ہی نہیں کیا بلکہ اسے مثلہ بنانے کی بھی کوشش کی، وہ بھی جبریل کو، انبیاء کرام کو، انبیاء کے سردار (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو۔

وہ دیکھو تمہارے اس بدنام زمانہ فرزند زندیق من زنادقہ فرزند نے ایک کتاب لکھی ہے (THE. SHATANICVERSES) دی شیطانک ورسیس۔ جس کے اردو معنی ہیں.... "شیطانی آیات" اس میں تیرے اس بد دین مرتد بیٹے نے انبیاء کرام کو عموماً اور حضرت ابراہیم علیہ السلام و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً، تمام ملائکہ کو عموماً، حضرت جبریل علیہ السلام کو خصوصاً ان ان فحش گالیوں اور مغلظات کا ہدف بنایا ہے جسے نقل کرنے کی نہ تو شریعت اجازت دیتی ہے اور نہ قانون۔ تیرے اس ذلیل بیٹے نے اس کتاب کو ایک ناولانہ

شکل دیگر اس میں دو کرداروں پر خوب زور لگایا ہے، اس کتاب کا ایک کردار ہے جبرئیل فرشتہ، اور دوسرا کردار ہے صلاح الدین چیچہ، انہیں کرداروں پر زور لگاتے ہوئے ایک جگہ اس نے یہ لکھا ہے کہ جبرئیل کو اس کی والدہ محبت میں کبھی فرشتہ کہکر پکارتی تھی اور کبھی شیطان کہکر، اس طرح اس زندیق نے جبرئیل امین جیسے مقرب فرشتہ اور صلاح الدین ایوبی جیسے مردمجاہد کا مذاق اڑایا ہے، اور یہ درحقیقت اس بات کی کوشش ہے کہ نعوذ باللہ وحیٔ آسمانی اور شیطانی بکواس میں کوئی فرق نہیں، یہی نہیں بلکہ اس نے ان کرداروں کی بنیاد چند خوابوں پر رکھی ہے، اس میں ایک خواب یہ ہے جس کا نام اس نے مہونڈر رکھا ہے، یہ وہ لفظ ہے جسے قرون وسطیٰ کے عیسائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بگاڑنے کیلئے استعمال کرتے تھے، لیکن تیرے اس ضمیر فروش بیٹے نے اس لفظ کو خواب کا نام دیا ہے، اور آپکی مکی زندگی کو بگاڑنے اور اسے نہایت گندے ڈھنگ سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، ایک اور خواب ہے جس کا نام اس نے عائشہ رکھا ہے، اس خواب میں اس نے امہات المومنین بالخصوص حضرت عائشہ رضؓ کی حیاتِ طیبہ پر حملہ کیا ہے اور ان کی پاکیزہ زندگیوں کو معلنظات وفحش گوئی سے پراگندہ کرنے کی سعی کی ہے، ایک اور تیسرا خواب ہے جس کا نام اس نے "جہالت کی طرف واپسی" رکھا ہے، اس میں اس زندیق نے فتح مکہ اور بعد از فتح آپؐ کی سیرتِ طیبہ کو بگاڑنے اور اسے غلیظ انداز سے بیان کرنے کی سعی بیہم کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ باطل! تیرے اس گستاخ وبدتمیز بیٹے کا حملہ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور انبیاء کرام خصوصاً حضرت ابراہیمؑ، امہات المومنین، اور صحابہ کرام کی حیات طیبہ پر تھا، اور اس کا ایک زبردست چھٹکا، عقیدۂ وحی اور احوال ملائکہ پر تھا، لہٰذا آؤ تیرے اس دجال کی دیدہ دہنی کو حقیقت کی نظروں سے دیکھیں تاکہ ہم جو بعد میں اس کے کرتوت پر موت کا فیصلہ سنائیں تو تمہیں سنکر کچھ زیادہ تکلیف نہ ہو۔

سلمان رشدی کی فحش گوئی کا تنقیدی جائزہ

اس بدنام زمانہ کا پہلا حملہ ملائکۃ المقربین خاص طور سے

حضرت جبرئیل پر ہے جس میں اس نے اس مقدس مخلوق کو مغلظات کا ہدف بنایا ہے باوجودیکہ قرآن نے ان کی پاکبازی، صفاتِ عالیہ، اور ان پر ایمان کے جزء لازم ہونے کا چیخ چیخ کر اعلان کیا ہے کہ لیس البرّ ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من أمن باللہ والیوم الأخر والملائکۃ والکتاب والنبیین ۔ (سورۃ بقرہ رکوع ۱۹) دوسری جگہ ارشاد ہے کل أمن باللہ وملائکتہ ورسلہ (سورہ بقرہ رکوع ۳۵) تیسری جگہ یوں ہے وللہ یسجد ما فی السمٰوٰت وما فی الارض من دابۃ والملائکۃ وھم لا یستکبرون الخ (پارہ ۱۴ النحل رکوع ۱۱)

یہاں پر رک کر تم یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ ساری باتیں جو آپ کہہ رہے ہیں یہ تو قرآن کی روشنی میں کہہ رہے ہیں اور قرآن وحی ہے اور اسی وحی میں تو میرے زندیق فرزند کو اشکال ہے اسی وجہ سے تو اس نے وحی الٰہی اور شیطانی نکبا اس میں کچھ فرق نہیں کیا، جب میرا بیٹا اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے تو میں آپ کی بات کو کس طرح مان جاؤں؟ لہٰذا آؤ سب سے پہلے ہم عقیدۂ وحی کو بالتفصیل بیان کردیں تاکہ میری بعد کی باتیں تسلیم کرلینے میں کوئی جھجک نہ محسوس ہو۔

وحی کے معنی لغت میں یہ ہیں (الوحی) الاشارۃ والکتابۃ والمکتوب والرسالۃ والالہام والکلام الخفی وکل ما ألقیتہ الی غیرک و الصوت یکون فی الناس وغیرھم (القاموس المحیط ج ۴ ص ۴۰۱) یعنی لفظ وحی کا مطلب ہے اشارہ کرنا، لکھنا، لکھی ہوئی چیز، پیغام دینا، الہام کرنا، کوئی مخفی کلام، اور جو کچھ تم دوسرے کے خیال میں ڈالو، اور وہ آواز جو انسان اور دوسری مخلوقات میں پائی جاتی ہے ۔ پھر اس وحی کی شریعت میں اس کی قسموں

کے اعتبار سے تعریفیں کی گئی ہیں، شریعت میں وحی کی دو قسم ہے۔ ۱ وحی متلو، وحی کی یہ خاص قسم جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے انہی الفاظ میں اس طرح نازل ہوئی تھی کہ نزول کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پورا علم تھا کہ یہ حضرت جبرئیل ہیں اور قرآن کی فلاں آیت یا سورت لیکر نازل ہوئے ہیں۔ (وحی الٰہی ص۱۵۴) اس سے مرتد سلمان رشدی کے اس گھناؤنے نظریئے کی صراحۃً نفی ہوجاتی ہے کہ قرآن میں ذرہ برابر بھی کسی شیطانی قطع وبرید کی گنجائش نہیں۔ دوسری قسم وحی غیر متلو (یعنی احادیث شریفہ) جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: وما ینطق عن الھوٰی اِن ھو الّا وحی یوحیٰ (پارہ ۲۷ سورۂ نجم رکوع ۱ ۵) اس سے بھی بد دین رشدی کے گھناؤنے نظریے کی نفی ہوجاتی ہے (کہ وحی الٰہی اور شیطانی بکواس میں کچھ فرق نہیں) پھر کیوں نہ نفی ہو جبکہ وحفظا من کل شیطان مارد بھی اپنی جگہ مسلّم ہے۔

پھر مطلقاً اس وحی کی باعتبار نزول سات یا آٹھ قسمیں ہیں (علی اختلاف الاقوال)

۱ رویائے صادقہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ رات خواب میں دیکھا وہ دن میں یا کچھ دنوں کے بعد بعینہٖ یا ویسے ہی ہوجائے

۲ نفث فی الروع یا القاء فی القلب، یعنی فرشتہ نظر آئے بغیر آپؐ کے قلب اطہر پر کسی بات کا القاء ہوجاتا تھا۔

۳ صلصلۃ الجرس، نزول وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ وحی بڑے گھنٹے کی آواز کی طرح آتی تھی۔

۴ تمثّل، وحی کی چوتھی صورت یہ تھی کہ فرشتۂ وحی (جبرئیل) کسی انسان کی شکل وصورت میں نازل ہوتے تھے، اور آپؐ سے خطاب فرماتے تھے، یہاں تک

کہ وہ بات آپؐ کو پوری طرح یاد ہو جاتی تھی۔

۵ فرشتہ کا اپنی اصلی شکل میں آنا، یعنی حضرت جبرئیل اپنی اصلی شکل میں تشریف لاتے تھے۔

۶ نزولِ وحی کی ایک صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ یا آواز کی وساطت کے بغیر براہ راست آپؐ کے قلب اطہر پر وحی نازل فرماتے تھے، جیسا کہ شبِ معراج میں ہوا۔

۷ نزولِ وحی کا ایک طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ سے کسی وساطت کے بغیر کلام کرتے، جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہوا۔

۸ کچھ علماء کے نزدیک آٹھواں طریقہ یہ بھی تھا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام حجابوں کو اٹھا کر نظروں کے سامنے جلوہ نما ہو کر شرفِ کلام وخطاب فرمایا، ان کے مطابق ایسا معراج میں ہوا۔

وحی اور الہام میں فرق

اب یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وحی اور الہام کے فرق کو بھی واضح کر دیا جائے تاکہ ہر کج رو اور کج فہم کے دل سے شکوک وشبہات کا بھوت بھاگ جائے۔

وحی اور الہام میں فرق یہ ہے کہ الہام ایک ایسا وجدان ہے جو کہ نفس کو حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ شئی مطلوب کا علم حاصل ہوتا ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ علم کا مبدأ کیا ہے؟ بخلاف وحی کہ اس میں علم کا مبدا پورے طور پر معلوم ہوتا ہے، نیز وحی اور الہام میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ وحی صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے اور الہام انبیاء اور غیر انبیاء دونوں کو ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ نبی کے الہام کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں جبکہ غیر نبی کا الہام صحیح اور غلط دونوں ہو سکتا ہے۔ (وحی الٰہی) اس تفصیل سے وحی کی پوری حقیقت

واضح ہوجانے کے بعد اور اس راز کے کھل جانے کے بعد کہ وحی کی حقانیت ایک امر مسلم ہے، تیسرے بد دین رشدی کے کالے کرتوتوں کو بھر گنایا جارہا ہے کہ اس نے حقیقتِ وحی پر کیچڑ اچھالنے کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام خاص طور سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی کیچڑ اچھالا ہے، حالانکہ قرآن نے ان بزرگ ہستیوں کو اس طرح یاد کیا ہے "انّ عبادی لیس لك علیهم سلطان وکفی بربّك وکیلا"

دوسری جگہ یوں ارشاد ہے: "وجعلنا منهم ائمة یهدون بامرنا"

ایک جگہ یوں ہے: "ان ابراهیم کان امة قانتاً لله حنیفا"

اور کہیں یوں ہے: ومن یرغب عن ملة ابراهیم الّا من سفه نفسه"

مگر کون سمجھائے اس بد دین رشدی کو کہ اس نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام اور امہات المؤمنین کی مقدس زندگیوں تک کو بھی داغدار کرنے کی کوشش کی، جن کے بارے میں قرآن نے "رضی الله عنهم ورضوا عنه" کہا ہے۔ اور کہیں محمد رسول الله والذین معه اشدّاء علی الکفار رحماء بینهم اور کہیں النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم اور کہیں انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس یااهل البیت کا اعلان کیا ہے۔

ان تمام واضح دلائل و براہین ہونے کے باوجود تیرے ملعون رشدی نے طرح طرح کے مغلظات بک کر اپنے ارتداد ذہنی کا ثبوت دیا ہے، اور اپنے آپکو شاتم رسول کی فہرست میں داخل کرکے اپنے گلے میں ابدی لعنت کا طوق ڈالا ہے، اس لئے ہم تیرے بدبخت فرزند کے لئے موت کا فیصلہ سناتے ہیں، اور یہ فیصلہ صرف ہم ہی نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا متحد ہوکر سناتی ہے، کیوں کہ اسلام میں مرتد اور شاتم رسول کی سزا سوائے قتل کے اور کچھ

بھی نہیں۔

باطل! یہ تھا وہ تیرا بد دین پیوت سلمان رشدی جو کل تک تیری کمر مضبوط کر رہا تھا اور اس کے مقابل اسلام کی دیواروں پر ضربیں لگا رہا تھا آج وہ تمام اسلام پسند دانشوروں کے فتووں سے موت کے دہانے پر کھڑا اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا ہے۔ اسے یہاں کی زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ نظر آرہی ہے، اس لئے اس نے اپنی زندگی کے باقی ایام گذارنے کے لئے تیری ناپاک آغوش کو اپنی آخری کمین گاہ بنایا ہے، لیکن تیری یہ آغوش یا اس کی سمجھ کے مطابق آخری کمین گاہ نہیں ہونا چاہیئے، وہ زندگی کے کسی موڑ پر سکون کی نیند نہیں سو سکتا، ایک نہ ایک دن وہ اپنی کمین گاہ سے باہر نکلے گا اور اپنی خود کردہ خطاؤں کی سزا بھگتے گا۔ اور اگر فرض کرو کہ وہ اس دنیا میں بچ کر نکل گیا تو کل قیامت کے میدان میں باطل! تیری ساری یورپی طاقت بھی اسے عذاب الٰہی سے باز نہیں رکھ سکتی، اس لئے کہ شاتم رسول کو نہ تو دنیا معاف کر سکتی ہے نہ آخرت۔

ضرورت ایڈیشن ثانی

خصوصی شمارہ المناظرہ "، انجمن تقویۃ الاسلام شعبۂ مناظرہ کیجانب سے ۱۴۱۵ھ سالانا اختتامی پروگرام کے موقع پر تمام تر مراحل سے گذر کر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اساتذہ کرام کی خصوصی توجہات کی وجہ سے منظر عام پر لایا۔ یہ امید نہ تھی کہ پہلا ایڈیشن ہاتھ در ہاتھ دو تین دن ہی میں طلبۂ دارالعلوم کے ہاتھ ختم ہو جائے گا لیکن ہوا ایسا ہی کہ اختتامی پروگرام کے بعد فوراً تین دن کے اندر پورا ایڈیشن ختم ہوگیا اور کافی مقدار میں طلبۂ دارالعلوم حاصل کرنے سے رہ گئے۔

جس کیوجہ سے برابر وقت بر قت تقاضے ہوتے رہے اور کئی دوسری جگہوں سے بھی برابر اس کی طلب ہوتی رہی لیکن مشغولیات کے ساتھ ساتھ ہماری فراغت کا سال بھی تھا جسکی وجہ سے دوسرے ایڈیشن کے لئے تیاری نہ کرسکا۔ لیکن جب دوبارہ بفضلہ تعالیٰ مادر علمی میں استفادہ کا موقع ملا اور میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت سے (زیر تربیت حضرت الاستاذ قاری محمد عثمان صاحب مدظلہ العالی ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت) منسلک ہوگیا۔ تو ہمارے مخلص احباب کی اصرار ہوتی رہی اس لئے دوسرا ایڈیشن لانے کا ارادہ کیا مگر پھر بھی شعبۂ مناظرہ کی ضروری اخراجات کیوجہ کر ہمت نہ ہو رہی تھی۔

لیکن اس سلسلے میں ہم جناب بھائی صلاح الدین مالک ربانی بکڈپو دہلی کے احسان مند ہیں کہ انھوں نے حوصلہ افزائی کی اور

"تحفۂ ناصریہ" کو دوبارہ منظر عام پر لانے میں ہمارا تعاون کیا

جزاء کم اللہ خیرًا جزاء

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ایڈیشن کو بھی عام وخاص میں قبولیت سے نوازے۔ آمین

محمد ادریس ہزاروی باغوی

ناظم انجمن

سالِ رواں کا شرکا مناظرہ ۱۴۱۷ھ

مولوی محمد ادریس	ـــــ	ہزاری باغوی	ـــــ ناظم اعلیٰ
" ضیاء الحق	ـــــ	مدھوبن	ـــــ نائب ناظم
" مشیر احمد	ـــــ	دیناجپوری	ـــــ ایڈیٹر
" مسلم انور	ـــــ	بانکوی	ـــــ نائب ایڈیٹر
" سلیم الدین	ـــــ	"	ـــــ ناظم مالیات
" محمد عارف	ـــــ	کشن گنج	ـــــ " نشرواشاعت
" بدرالہدیٰ	ـــــ	دربھنگوی	ـــــ " اجتماع
" محمد آفاق	ـــــ	دیناجپوری	ـــــ نائب
" مظفر حسین	ـــــ	کشن گنج	ـــــ ناظم لائبریری
" عبیدالرحمٰن	ـــــ	فیض آبادی	ـــــ نائب

محمد جمشید	بجنوری		عمران فاروق	حیدرآبادی	
عبدالمجید	کرناٹکی		محمد امجد	بلوائی	
محمد ساجد	مرادآبادی		نعمت اللہ	سوپولوی	
امام الدین	دیناجپوری		عبدالکریم	سدھارتھنگری	
عقیل الرحمٰن	بانکوی		عین اسحٰق	موتیہاری	
طارق انور	پورنوی		خالد حسین	گیاوی	
سراج احمد	بھاگلپوری		ابوالکلام	آسامی	
محمد الیاس	دیناجپوری		تنظیم عالم	بانکوی	
زبیر احمد	بجنوری		محمد اجمل	کٹک	
جاوید اختر	"		محمد شاکر	کانپوری	
عقیل الرحمٰن	بانکوی		عبدالرقیب	گڈاوی	
عبدالصمد	ہزاری باغ		حقیق اللہ	فیض آبادی	
مشیر احمد	دیوریاوی		قمر عالم	دربھنگہ	
محمد یوسف	گڈاوی		بشارت کریم	"	
مہر علی	دھنبادی		محمد اشتیاق	"	
محمد ریحان	کٹکی		شفیق عالم	پورنوی	
محمد سلیم	بارہ بنکی		ظفر عالم	کشن گنج	
محمد رفیق	کشن گنج		اظہار احمد	"	
قیام الدین	گریڈیہہ		مغیث الرحمٰن	بانکوی	
محمد اکرم	"		اخلاق حسین	بدایونی	
مجیب الرحمٰن	گڈاوی		محمد تحسین	مظفرنگری	
سہیل اختر	"		عبدالمنان	بہرائچ	